

جلد 12 شمارہ 8 جولائی 2010ء رجب 1431ھ



ماہنامہ
فلاح آدمیت

منشور دعوت

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا
وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

● (التوبہ - 51) ●

ترجمہ

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی مگر وہی
جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہو۔ وہی ہمارا کارساز ہے۔
مومنوں کو اللہ ہی کا بھروسہ رکھنا چاہئے۔



بیاد خواجہ عبدالحکیم انصاری
بانی سلسلہ

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار صاحب
توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

Mob: 0300-6493335



شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ کے لئے

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ)

وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph: 055-3862835

055-4005431

مدیر : احمد رضا

نائب مدیر : پروفیسر محمد احمد شاہ

تقسیم کنندہ : نعمان احمد
0300-6452570

ڈیزائننگ کمپوزنگ : محمد رفیق

مجلس ادارت

رابطہ مدیر : 0321-6400942

فیکس نمبر : +92-55-3736841

ای میل : info@toheedia.net

خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی

ایئر کموڈور (ر) اعجاز الدین

پیر خان، عتیق احمد عباسی

ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی

پروفیسر غلام شبیر شاہد

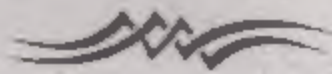
قیمت شمارہ : 20/- روپے

سالانہ فنڈ : 200/- روپے

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز محلہ منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

اس شمارے میں

صفحہ نمبر	مصنف	مضمون
1	ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک	درس قرآن
6	مولانا جعفر شاہ پھلواری	فنا و بقا کی نئی قدر
10	قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی	دین اور عبادت
17	غلام مرتضیٰ توحیدی	پاس انفاس کی اہمیت
21	انجینئر سلطان بشیر محمود	قرآن کریم کا معجزانہ حسابی نظام
34	عبدالقیوم ہاشمی	ذکر الہی
42	طالب البہاشمی	حضرت انس بن مالکؓ
55	طارق محمود	سفر نامہ کرویشیا



درس قرآن

(ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک)

واقعہ عاکل

اس کے بعد واقعہ عاکل اور اس سے متعلق احکام ہیں۔ اس سے قبل ایک مقام پر ذکر ہو چکا کہ سیدہ عائشہؓ پر منافقین نے بہت بڑی تہمت لگا دی اور اہل ایمان میں سے چند سادہ لوح لوگوں نے ان کا ساتھ یوں دیا کہ سنی عائشہؓ بات کو آگے بیان کر دیا اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا:-

كُفِيَ بِالْمَرْءِ كَذْبًا اِنْ يَحْدُثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ ۝

”کسی شخص کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات کہیں سے سن لے، وہ (بغیر تحقیق کے) آگے بیان کر دے۔“

اس بات کا قرآن مجید میں یوں ذکر فرمایا گیا:-

اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا اِنْ نَصَبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

فَتَصَبَحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝

”اے اہل ایمان! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے تحقیق کر لیا کرو۔ مبادا تم کسی قوم کے خلاف اس جہالت کی وجہ سے جھگڑو یا دور بھر اپنے کئے پر پچھتاتے لگو،۔ (الحجرات: 8)

چنانچہ ہر شخص کی بات کو مان کر بغیر کسی تحقیق کے اس کو پکایا ماسخ نہیں۔ کیونکہ اس افواہ سازی سے فتنے پیدا ہوتے ہیں کہ افواہ سازی کا کام ”جمہوری معاشرے“ میں بہت زیادہ ہوتا ہے مگر ”اسلامی معاشرے“ میں اس کی گنجائش نہیں۔ ”جمہوری معاشرے“ افواہوں، اخباروں اور سکیڈلوں کا سہارا لیتے اور ان کے بل بوتے پر چلتے ہیں۔

تو آئیے واقعہ عاکل کے ثمرات و عواقب پر نظر ڈالیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ سیدہ عائشہؓ کے خلاف جھوٹ اور بہتان کا طوفان کھڑا کیا گیا۔ فطری بات یہ ہے کہ اس سے حضور اکرم ﷺ بھی متاثر ہوئے۔ سیدہ عائشہؓ اپنے والدین کے گھر چلی آئیں۔ حضور اکرم ﷺ ایک ماہ تک بعض صحابہ

گرام کے علاوہ سیدہ عائشہؓ کی بہن اور بعض رشتہ داروں سے حقیقت حال کے بارے میں پوچھ چُھ کرتے رہے۔ انوائیں پھیلانے والوں میں سب سے آگے وہ شخص تھا جس کی سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے ساری عمر مالی معاونت کی۔ اس کا نام مسطح بن اثاثہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کی اس قدر معاونت کے باوجود اس کو کیا غلط آیا کہ ان کی صاحبزادی کے بارے میں سنی سنائی بات پھیلانی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہؓ کی براءت کے بارے میں سورہ نور کی آیات اتاریں اور اس شان سے کہ کائنات میں آج تک کسی الہامی کتاب میں اس طرح سے کسی خاتون کو یہ مقام نصیب نہ ہوا جو سیدہ عائشہؓ کو نصیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی براءت کا اظہار کر کے مومن کو ”ذامت“ پلائی کہ میرے حبیب کی بیوی کے بارے میں تم یہ گمان کرتے رہے اور زبان سے ایسی باتیں کرتے رہے! کیا یہ نہ ہو سکتا تھا کہ تم یوں کہتے:-

سُبْحَنَاتُ هَذَا بَهْتَانٍ عَظِيمٍ ۝

”اے اللہ! تو پاک ہے، بخدا یہ بہت بڑا بہتان ہے۔۔۔“ (نور: 16)

صرف یہی نہیں بلکہ قیامت تک کیلئے کافون بنا دیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی پاکدامن پر بہتان لگائے تو نیک گمان کیا جائے اور اس وقت تک اس کو مجرم نہ سمجھا جائے جب تک اس کے خلاف کوئی گواہی سے جرم ثابت نہ ہو جائے۔ کیونکہ اسلامی معاشرے کا مزاج یہ ہے کہ ہر شخص کو اس وقت تک عادل سمجھا جائے جب تک اس کے خلاف جرم ثابت نہ ہو جائے، خلاف انگریز کے پیدا کردہ ہمارے موجودہ معاشرے کے کہ اس میں ہر شخص مجرم یا ملزم ہے اور اس کو اپنی بے گناہی ثابت کرنا پڑتی ہے۔ یہاں سیدہ عائشہؓ کے ذریعہ اُمت کے سارے پاکدامن افراد، چاہے مرد ہوں یا عورتیں، ان کی عزت و عصمت کی پاکدامنی کا قانون بنا دیا گیا نیز یہ کہ اس قسم کی باتیں کرنے یا سننے سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔ ارشاد باری ہے:

ترجمہ! ”جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اس وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریحاً بہتان ہے؟ وہ لوگ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر دنیا

و آخرت میں اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو جن باتوں میں تم بڑھ گئے تھے، ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آ لیتا۔ ذرا غور تو کرو کہ اس وقت تک کیسی سخت غلطی کر رہے تھے جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو یقینی طلی جاری تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے جا رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی بات تھی۔ کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا۔ سبحان اللہ! یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کر اگر تم مومن ہو۔ اللہ تمہیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں لٹائی پھیلے، وہ دنیا و آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے“ (نور: 12-19)

بے نفسی و ایثار کی انتہا

اس واقعے کے بعد سیدنا ابو بکرؓ نے مسطح بن اثاثہؓ کی مالی مدد بند کر دی۔ اس طرح اور صحابہؓ نے بھی ان لوگوں کی مالی مدد بند کر دی جو اس واقعے میں سیدہ عائشہؓ کے خلاف غیر قوم دارانہ گفتگو کے مرتکب ہوئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی پسند نہ آئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَاتِلْ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُوتُوا أُولَى الْقَرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا - أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ - وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

”تم تم سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں، محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو خرچ وغیرہ نہ دیں گے۔ ان کو چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تم کو بخش دے؟ اور اللہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔“ (نور: 22)

یعنی تم چاہتے ہو کہ اللہ تمہیں معاف کر دے تو تم بھی معاف کرنا چکھو۔ تم بھی درگزر کیا کرو۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے مسطحؓ کی مالی مدد چھٹی کر دی۔

۱۔ ماسلطنت بہ کوچہ جاناں فرو ھیم
۲۔ جان می شے بک جاتی ہے ایک نظر کے بدلے میں
آگے مرضی گاہک کی۔ ان دوسوں تو سستی ہے

پاکدامن مردوں کیلئے پاکدامن بیبیاں

پھر ایک ضابطہ بیان کیا کہ پاکدامن مردوں کیلئے پاکیزہ عورتیں اور بد خصلت
لوگوں کیلئے بد کردار عورتیں ہی مناسب رہتی ہیں۔ کو یا سیدہ عائشہؓ کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق
اس بات کی علامت ہے کہ آپ پاکدامن اور بلند کردار ہیں۔

پراسیو مٹی کا تصور

اس کے بعد ایک معاشرتی قانون کا ذکر ہے:

بایہا الذین امنوا لا قدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسا
و تسلموا علی اہلہا۔

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت
لئے بغیر اور سلام کے بغیر داخل نہ ہو کر۔“ (نور: 27)
یعنی اگر کسی کے گھر میں جانا ہو تو اجازت لے کر جاؤ اور پھر داخل ہوتے وقت سلام کر کے
داخل ہوں اور اگر لڑکھا خانہ اجازت نہ دیں تو واپس ہو جانا چاہئے۔

پردے کا حکم

دوسرے معاشرتی قانون میں نما کے پہلے سب کا ذکر ہے اور وہ یہی نظر ہے۔ اس لئے اللہ
رب العزت نے پردے کے احکامات مازل کئے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
ترجمہ: ”اے پیغمبر! اہل ایمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی
شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ لوگ
کرتے ہیں، اللہ ان سے باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی
رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں۔
سوائے اس میں سے کھلا رہتا ہے اور اپنے سینے کو اوڑھتی ہے۔ (صحا تک رکھیں)۔ اپنے خاوند، باپ،

خسر، بیٹیاں اور خاوند کے بیٹیاں، بھائیوں، بھتیجیوں، بھانجیوں، عورتوں، لہڑی اور غلاموں کے علاوہ نیز ان خدام سے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں، ان لوگوں کے علاوہ کسی اور پر اپنی زہمت کو ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور پر) نہ ماریں (کہ جھنگاری آواز کا لوں تک پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور ظاہر ہو جائے اور اے مومنو! سب اللہ کے حضور توبہ کرو۔ تاکہ تم لُلا ج پاؤ۔“

(نور: 30-31)

شرم و حیا کی پابندی کے اس ضابطے کے بعد بالغ بچوں اور بچیوں کے ورثہ اور مرد پرستوں کیلئے ایک حکم ہے کہ بالغ ہوتے ہی ان کا نکاح کر دیا جائے۔ اسی طرح لوطی اور غلام کو بھی نکاح کے بندھن میں باندھ کر ان کی نفسی خواہشات کو قابو کیا جائے اور جو لوگ اس کی استطاعت نہ رکھتے ہوں، وہ بھی اپنی ان خواہشات کو قابو میں رکھیں۔ ایک حدیث مبارکہ اس مضمون کو مزید واضح کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے صاحب حیثیت لوگ شادی کر لیں اس لئے کہ نکاح نظر کو نیچا کرتا ہے اور شرمگاہ کو تحفظ عطا کرتا ہے اور جو شخص (اخراجات کی) طاقت نہ رکھتے ہوں، وہ روزے رکھا کریں۔ اس لئے کہ روزے اس کی نفسی شہوت کو یکجہل دیں گے۔“ (بخاری و مسلم)

اطلاع فوت شدگان

گوہر انوارہ کے بھائی۔ محمد اقبال صاحب کی خالہ زاد بہن اور خالہ جان
محمد اشرف گھمن صاحب کی زوجہ

پروفیسر طارق محمود صاحب کے خالہ زاد بھائی اور نانی اماں
تضائے الہی سے وفات پا گئیں ہیں۔

تمام بھائیوں سے مرحومین کیلئے دُعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

فنا و بقا کی نئی قدر

(مولانا جعفر شاہ مہلواری)

ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ:

انهم ذبحوا شاة فقال النبي ﷺ ما بقي منها ؟ قالت ما بقي

منها الا كنفها قال بقي كلها الا كنفها۔

”عائشہ صدیقہؓ کے گھر والوں نے) ایک بکری ذبح کی۔ (جس کا اکثر حصہ مستحقین میں تقسیم کر دیا گیا)۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اس میں سے کچھ باقی بھی رہا ہے؟ عائشہؓ نے کہا کہ صرف دست باقی رہ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا کچھ باقی ہے۔ بجز اس دست کے۔“

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حدیث عربی زبان اور اس کے انداز گفتگو کا بہترین نمونہ ہے۔ عربی گفتگو میں عموماً وہ جزئی تفصیلات محذوف ہوتی ہیں جو اس کے مبین السطور ہوتی ہیں یا فحوائد کلام سے ہر سانی سمجھ آ جاتی ہیں۔ مثلاً انهم ذبحوا کے لفظی معنی ہیں ان مردوں نے ذبح کیا۔ یہاں یہ ذبح کرنے والے کون لوگ ہیں اس کا جواب اسی عبارت کے اندر موجود ہے۔ روایت عائشہ صدیقہؓ سے ہے۔ ذبح کی جانے والی بکری کے متعلق سوال بھی ان ہی سے ہے۔ اور پھر جواب بھی وہی دیتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حجرہ عائشہ کا واقعہ ہے۔ غالباً قرینہ ہے کہ خود حضرت عائشہؓ نے بکری ذبح کی تھی۔ انہا ذبحت (صیغہ واحد مونث غائب) کی جگہ انهم ذبحوا (پہلے جمع مذکر غائب) عربی زبان کا بہت عام انداز گفتگو ہے اور اس کی بے شمار مثالیں کلام عربی میں پائی جاتی ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک مایعہ ازواج مطہرات کے پاس بے حجابانہ داخل ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ تو مایعہ ہے اس سے پردے کی کیا ضرورت ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم تو مایعہ نہیں۔ لہذا لا یدخلن تلیکم یہ پھر تمہارے گھروں کے اندر نہ آئے۔ یہاں مخاطب صرف عورتیں (ازواج مطہرات) ہیں لیکن مخاطب کے وقت تلیکم (صیغہ جمع مذکر

مخاطب کا لفظ فرمایا گیا ہے۔ ہر حال یہاں یہ ہے۔ یہ واقعہ محمد ﷺ کا ہے لیکن اتنا حصہ چونکہ سابق و سابق سے جو بخیر و بخیر میں جاتا ہے۔ اس سے حدیث مرہا گیا ہے۔ کی طرح اس حدیث میں نقصان کا کوئی اثر نہیں کہ وہ بخیر و بخیر ہونے کے بعد افریادہ میں نہیں ملے گا۔ گئی تھی۔ لیکن اتنی بات جو حضور ﷺ کے اس سوال سے سمجھتا ہوں ہے کہ ما بقی منہا ان میں سے کچھ بھی ہے؟ اگر آگے لپکاؤ تو جی تو قدر حضور ﷺ نے وہ اس سے بھی ایک ثابت ہوتا ہے کہ اس کے مختلف حصے مستحقین میں تقسیم رہے گئے تھے۔ یہ بات خود عبادت کے میں اسطور میں موجود ہے اس لئے یہ صل عبادت میں مذکور ہے۔ قرآن، حدیث، کلام عرب کے بعد وہ دوسری باتوں میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ ہم نے صرف وصفا حدیث سے یہ باتوں میں مذکور ثابت القومین اللہ وہ ہے۔ اس صورت کو مد نظر رکھنا عربی باتوں کو سمجھنے میں خصوصیت کے ساتھ بہت مدد دیتا ہے۔

اس حدیث میں جو چیز خاص طور پر قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ خداوند (کی چیز کے ختم ہونے اور باقی رہ جانے) کی ایک نئی قدر بخشی گئی ہے۔ قرآنی اللہ اس اللہ سے بالکل مختلف ہیں جو انسانوں نے وضع کر رکھی ہیں۔ اس کی وہ نہیں بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ پیغمبر تو انسانی اس لئے ہے کہ انسانوں کی صحت کردہ عبادت اور کو بدل دے۔ یا "نکھڑوں کو بیٹا، نان والوں کو شہنشاہ اور رہا رہا کو کو کویاں ہی ہے۔ لیکن اگر سقوتوں کا صحیح استعمال یہ تو قرآن ہی نان رہا رہا اور "نکھڑوں کو کویاں کو کویاں عمی۔ (بہرہ کو گئے اور مدھے) جتنا ہے انسان ہر چیز پر ہے وہاں کو زندہ جتنا ہے اور قرآن اس میں سے بہتوں کو مہر (مردے) کہتا ہے۔ اور سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ راہِ حق میں جہاں پہنے والوں کو یا مردہ کی کتنی اور مردہ کی سمجھتی ہے لیکن قرآن ان کے بارے میں لہتا ہے۔ بل احياء (یہ زندہ ہے) ولا تقولوا انہم لا تحسن فرما کریم وہ کہتے اور مردہ سمجھتے وہ لوگ اس سے روک دیا ہے۔ کی طرح اللہ یا ان لوگوں میں صدقات دے سے مال میں کی آئی ہے اور مردہ پننے سے اضافہ ہوتا ہے لیکن قرآن کی بخش ہوئی خدا راں رہے میں یہ ہے کہ بمحق اللہ الربوا وربی الصدقت اللہ سو ہی کو دینا اور صدقات ہی کو دینا ہے۔ قریب قریب یہی مضمون

وہم۔ انداز سے یوں دہرایا گیا ہے کہ **وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله هو خيرا واعظم اجرا۔** (کچھ سے رجوع تم پہ ہے) گئے تھے تو سے ہر گناہ پر وہی ملے اس سے بہتر پڑے گا اور اس کا صلہ بھی بہت بڑا حاصل کرو گے۔ مطلب یہ ہے کہ انعام کے اعتبار سے ”دینا“ کی کاسبب ٹھس ہونا بلکہ باعث اضافہ ہوتا ہے۔ تمہیں جو کچھ نعم ہو فائدہ و نفع نظر آتا ہے وہی اصل ہوتا ہے۔

یہی ہے حقیقت چھوٹے بھائیؑ کی زبان سے زیر بحث حدیث میں یوں ہونی سے۔ حضورؐ سے جب سوال کیا کہ اس وقت کی کوئی بکری میں سے کیا بیچ رہا تو حضرتؐ نے شرعی جواب تھا جو دنیا کے ہر شخص کا ہو سکتا تھا یعنی دست بیچ گیا ہے۔ حضورؐ نے اسی وقت فائدہ بقاء کی قدر ختم ہونے اور بیچ رہنے کا نیا پیمانہ عطا فرمایا۔ حقیقت میں وہی باقی ہے جو پہلے ہر چلا آیا اور فائدہ ہی حصہ سے جسے تم بچا ہوا سمجھ رہی ہو

یوں بھی قانویہ مطرب کے معیار پر اس اصل فائدہ بقاء پر کچھ رہے تو صد فی صد یہی نظر آئے گا۔ ہر شے ہر ایک کی اعلیٰ تہائی وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ فنا کی منزل سے گزر جائے۔ قانویہ ارتقاء ماری کا خاتمہ ہر صورت میں چٹنی ہوتی ہے۔ ابتدائی ٹیسٹ سے لے کر ”ہیمین“ تک اور ”اسپی“ سے لے کر انسانی حلق تک ہر درجے کوئی فائدہ وقت کی جب اس سے پہلے کو فنا کے حوالے رہا ہو۔ ایک نعم جب اپنے آپ کو فنا کرتا ہے تو شجر ہار اور کاجود حاصل کرتا ہے۔ حج گر پہے آپ کو فنا نہ کرے تو سے نئی بھانئیں مل سکتی۔ بلکہ وہ کی طرح پڑے گا اور تر کار کوئی نئی بھانئیں حاصل کیے بغیر معدوم ہو جائے گا۔ جس دنیا فائدہ ملے، یہی اصل بقاء ہے اور جس انداز رہنا پڑتا ہے بھانئیں ہر حقیقت کا ہے۔ یہی ہے وہ حقیقت و مردہ کی قدر جو اس حدیث میں بیات کی گئی ہے

فدرب سے اس کا مات کا جو نظام بنایا ہے اس کا بھی منشاء یہی ہے کہ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کا التوا رہنا ہے بلکہ ضرورت مند اس میں اسے پھیند دیا جائے۔ کشت رکھ چھوڑ دے تھوڑی دیر میں تراب ہو جائے گا۔ غدر رکھے گھس لگ جائے گا۔ کیڑے رکھے کیڑے چاٹ جائیں گے (کیڑے اور کیڑے میں ایک ہی قحط کا فرق ہے) سارے سال اٹھائیے سید پ ہلے

جائے گا

قیحی اشیاء رکھے، چوری ہوگی یا ڈاکے پڑیں گے۔ جائداد اور بینک بینکس پیدا کیجئے، کوئی وارث مار دالے گا۔ غرض قدرت کا نقش بھی یہی ہوتا ہے کہ اکثر یہ جانے کا حکم ہو۔ جو کچھ آئے وہ جتنی پھرتی چھوڑ دینا ضرور کرنا میں رہے۔ یہ رشتہ انفاق کرنے یعنی خرچ کرنے اور بچے ہی سے لاکھ روپے ملتی ہے اور یا قائل نہیں ہیں کہ یہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پوری ہادی میں صرف چند ہی اس اصول پر عمل کریں تو کوئی خاطر خواہ مقصد بقا حاصل نہیں ہوگا۔ نہ درست ایسے نظام کی ہے جس کے بارے میں اس عمل میں ہم تنگ ہو جائیں۔ اگر ایک گاؤں میں سید رہا ہے اور وہ نہیں دیکھ کر اپنے سامنے کچھ فٹ لمبا ہند یا ندھسٹو سیلاب کا خطرہ گل نہیں لگتا۔ اس کیلئے پوری پستی کو تھام کر پڑے گا اور پورا ہند یا ندھسٹو پڑے گا۔ قریب تک پورے نظام معاشرہ بنیاداً "امفو" (کھینچ کر اپنی رکھتا ہے) رعایا طور پر موجود نظام ہوتا ہے کہ Save (جمع کرو، پس انداز کرو)۔ دو سو سالوں میں تقاضا ہے۔ لیکن یہاں یہ "فد" رہا بدلتی ہی نہیں اٹھ گئی ہے۔

گلدستہ ہدایت

(مرشد: مہدیہ طالبہ توحیدی)

- 1۔ لوگوں کی ضرورتوں کا اہم سے اہم ہونا مقدم اللہ کی عبادت ہے۔
- 2۔ جب گناہوں کے باوجود رب العزت کی نعمتیں مسلسل ہمیں ملتی رہیں تو ہوشیار ہو جانا کہ ہمارا حساب قریب اور سخت ترین ہے۔
- 3۔ اختیارِ رحمت اور رحمت ملنے پر ٹوک نہ لے کر نہیں بلکہ بے نقاب ہوتے ہیں۔
- 4۔ اگر چاہیے کہ رحمت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو چاندِ داشت کا امتحان ہو۔
- 5۔ جو شخص کل بھی خوش رہنے کی تلاش میں ہوگا وہ اپنا آج بھی نکالیں کر دے گا۔ جو آج ہے وہ حاصل ہر پہل کس نے دیکھا ہے۔

دین اور عبادت (محمد صدیق ڈار توحیدی) بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کا دین

اللہ تعالیٰ نے اپنی نوعِ نبات پر بہت بڑا احسان فرمایا جو جسموری کریم رحمت
المعاین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انہوں کیسے اپنے رسول بنا کر
بھیجا اور پھر اپنی آخری کتاب قرآن کریم نازل فرمائی اور اسے ایک نعلینِ صاف صاف قرآن
تاریخہ اپنی رسالت اللہ تعالیٰ کے آئین کے تحت بسر کر کے یا آخرت میں کامرات و مخرج
ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب کا تعلق ہر حق و بنیاد پر جو غدار نگراں نظام حیات پیش رفتی
ہے۔ اس کا نام اللہ کا دین ہے۔ اب پوری انسانیت و فلاح کا انحصار اس نظام کو قبول کر کے
رسول اللہ ﷺ کی قیادت و ہدایت کے سامنے اپنا سر جھکا دینے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
اِنَّ الدِّينَ بِنَدِ اللّٰهِ الْاِسْلَام یعنی اللہ کے پاس فرمانبرداری اور غرضوں کو چھوڑنا
اصل دین ہے اور اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا کہ اَدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً یعنی جو وہی طور
پر نہیں بلکہ پورے کے پورے سلام یعنی اطاعت و فرمانبرداری میں داخل ہو جائیں۔ کیونکہ نظام
حیات کوئی سبھی کو جب تک اپنی تمام چیز نیات سمیت نافذ نہ کیا جائے مطلقاً پستی و پیدائش
تک۔ اس لئے دین اسلام بھی اپنے مزاج کے مطابق ہے کسی دوسرے نظام کی پیروی کا رکن اور
مذمت قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا دین اپنی اصل اور مکمل صورت میں ہمارے پاس موجود ہے
اور اس پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی واضح و شریح اور آپ کے سکھانے ہوئے طریقوں کے
مطابق عمل کرنا ہی فلاح و برکت کی ضمانت ہے۔

اِنَّ دِیْنَہٗم سے ہے کراں محبت کرے والے رحمت و رحیم اللہ کا عطا کردہ یہ دین میں آرام
انسانیت اور فلاح و ہدایت کا علمبردار ہے۔ اس میں جہاں انہوں کو یہ ترغیب دی گئی ہے وہ
اپنے اندر پوشیدہ تعمیر و تعمیر کی صلاحیتوں کو بروئے کار کر کے عقل و فکر اور ہر کسی علوم کے دائروں
کو وسیع تر کرتے چلے جائیں وہاں انہیں اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھنے اور اس کی رضا حاصل

کرنے کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں کیونکہ ان دونوں کو یکجا کرنے ہی سے خلافتِ رضی کا حق ادا کیا جاسکتا ہے۔

فقر قرآن اختصار ذکر و فکر

فکر کا کمال نہ وہیم تہ نہ ذکر

قرآن کا فقر ذرا اور فکر و باتوں کو اکٹھا رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ فکر کی قومیں اللہ تعالیٰ کے رکر اور اس کی راہبانی کے بغیر اپنے کمال تک پہنچ سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین، جتنا محنت انسانیت پر ہے، قیامت میں ایک عالمگیر معاش کا جو مت تشکیل دیتا چاہتا ہے جس میں دنیا و آخرت دونوں کی طرح رنگ، نسل، زبان اور یہ وطن کی بجائے چند اہل، اہل حق کو تسلیم کرنے پر توجہ ملے گی ہے اور وہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و ادبیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عبدیت و رسالت، قرآن کریم کی ہدایت و حفاظت و رحمت، ثلاث پر ایمان لانا۔ یہ قوم کی تشکیل کے سبب عقیدہ دایمیاں کو بنیاد بنائے گا یہ مثال تجر بہ پہلی مرتبہ سامنے آیا اس طرح رنگ، وطن اور اس پر حق عصیبت سے نجات ملی اور انسان فکر کے لئے حریت و ماس کے جان و آدمی کے احترام میں راہیں ہموار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے وحی الہی کی مدد اہیت کے مطابق بڑی محنت سے اس اہدوں میں بنیاد پر ایک جماعت کھڑی کی جو اللہ تعالیٰ کے غلاموں، متبع رسالت کے پادشاهوں اور فکر آخرت سے سرشار جماعت انسانوں پر مشتمل اور ہر ذرے اللہ کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ جیسے فقر میں کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

صبغة الله ومن احسن من الله صبغةً و نحن له عذون

(البقرہ-138)

”اللہ کے رنگ کا یہ کہتا اور اللہ کے رنگ سے اچھا کس کا رنگ ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں“

اس انسان کی جماعت نے اللہ کی بندگی یعنی غلامی میں داخل ہو کر اس کے دین کو پوری زندگی کے نظام پر غالب کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے خیر الالات یعنی بہترین قوم اور حزب اللہ حق اللہ کے گروہ کا حامل رنگ لہب عطا فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کی نائید و نصرت سے رہا مانتہ رات کے ہاتھوں میں آئی تو انہوں نے دوسری قوموں کو اپنا غلام نہیں بنایا بلکہ انہیں غلام اور حاکم انسانوں کی

ملائی سے تراوی اور کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی برتری سے متاثر کیا۔ سبکی، مقبول کو پامال کر کے کی بجائے سنا کے مال، حیات، عزت و تہجد اور عقائد مذہب کے تحفظ میں گئے۔ حکومت اہمیر کی رعایا کے تمام افراد پر نیکی، فیض و ربوبانہ کفالت خلافتِ محمدیہ کی ذمہ داری فرار پائی اس طرح انہیں حقیقی امن، امان و صلح و شہنتی اور خوشحالی سے آئنا ہوئی۔ بقول مدد اقیان

مرد حق از کس نہ پیرو رنگ و بہ
مرد حق از حق پیرو رنگ و بہ
ہر زمان اندر تنگ جاسے ہر
ہر زمان اورا چوب حق شائے و گد
بندہ حق پے نیاز در ہر مقام
تے غلام اورا نہ از کس را غلام

”مرد حق کسی دوسرے کا پیرو نہیں لیتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کرتا ہے۔ زمانہ چوب چوب گئے ہر جتنا ہے تو بڑے حالات کے مطابق اس کے جسم کوئی روح عطا کی جاتی ہے۔ جس طرح اللہ کے ہرے میں کُلُّ یوم کھو فی شان آیا ہے اسی طرح ہر مس بھی ہر زمانے میں کئی شان سے گھبرائے وقت کے مخصوص مسئلہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل کرنا چاہنا ہے۔ بعد و مسکن کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہوتی ہے ورنہ کس و یا میں کسی عہدہ مقام کا خواہشمند نہیں ہوتا اس لئے، تنہا کسی کا خدمت بننا ہے اور نہ ہی خود کی کو خدمت بنانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے ”عین کے تحت قائم ہونے والے نظام میں زندگی کے ہر شعبے پر اللہ فی حکمرانی قائم کی جاتی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑا کی جوں تمام نعمتیں دنیا کے تمام انسانوں کی ہر سرگ میں جا میں اور قلم و مستحصال کی کوئی صورت نہیں رہی باقی نہ رہے۔ یہی وجہ سے قرآن و ساری میں تعلیم و تربیت، صحت و تندرست، تقسیم،راثت، سیاست، عدالت، معیشت و معاشرت، انفرادی و اجتماعی امور کا پورا نظام اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق رواں دواں تھا اور ہر طرف اخوت و مساوات و دوست و محبت خوشحالی اور فارغ الملی کا وجود رہا تھا

عظیم الشان ادارے

ان کی زندگی کے دو اہم پہلو اس کی معاشرت اور معیشت کے

استیع میداں ہیں۔ ان لوگوں کو سرپا رحمت و برکت بنا دے لی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں بیادنی اہمیت کے حامل و عظیم اشخاص دارے قائم فرما دئے جو اقامت صلوٰۃ و راتنامے راتنامے ہیں۔ قامت صلوٰۃ جہاں فرما دیکھئے طمیں قلب و جان معراج تعلق باللہ و مشیو علی و اصلاح کردار و مقصود حیات کو شعور میں حمد و ثناء نثار دے رکھئے گا۔ رچہ ہے وہاں رب العالمیں کی حاکمیت کے اظہار کیسے روزانہ پیش و نشہ و قریب بھی ہے۔ جو نبی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر ہی جاتے ہیں اور اس دنیا و آخرت کی بے پناہ بھروسے مسلمان اللہ تعالیٰ کے گھروں یعنی مساجد میں حاضری کیلئے اپنے اپنے آتے ہیں۔ مساجد کیا ہیں؟ یہ امت مسلمہ کی مرکزی پہلی مسجد احرارہ کی مقامی شاخیں اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید میں فرمایا ہے

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (الن - 18)

گو یہ مسجدیں اللہ کیلئے ہیں اس لئے اس میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رگزنہ پکارو۔

اقامت صلوٰۃ کی ترکیب و ترتیب، اس میں شامل افروہی حرکات و سکنات اور اس میں دہرائی جانے والی بات و تسبیح سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و ربوبیت اور ان لوگوں کی عاجزی اور عینیت کا نہایت عمدہ اظہار ہوتا ہے۔ اگرچہ نمازوں قیات کیلئے ایک امام ہوتا ہے لیکن وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار اسی طرح کرتا ہے جس طرح دوسرے کرتے ہیں۔ مسجد میں مکمل اخوت و مساوات کے اظہار کیلئے کسی بھی شخص کیلئے کوئی جگہ مخصوص نہیں ہوتی کیونکہ یہ اسلام وحدت و اہمیت کے ساتھ وحدت انسانیت کا بھی علمبردار ہے۔ وہ اسلام کو فرقوں اور زروں میں تقسیم کرنے کی بجائے انہیں رشتہ اخوت میں پروا چ بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مساجد میں اس اصول کی عملی تربیت دے چکا ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے روا ہے اور کسی انسان کو دوسرے انسانوں پر حکمرانی کا حق حاصل نہیں ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم "قانی اور خواہش کی خواہش کو نیست و نابود فرما چکا ہے۔ یہ سیکھ دینا کہ حق ہی زمین پر فساد پھیلانے کا اصل سبب بنتا ہے۔ اس کے برعکس یہ تعلیم سب سہاروں اور کھڑکوں کی دھگری اور عانت کو مٹاتی جاتی ہے۔ عملی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے تحت جو حکومت قائم ہوتی ہے اس کی ادارت کا منصب عوام کے شعور سے ملت کے سب سے متقی فرد کے سپرد کیا جاتا ہے۔ عام مسلمانوں سے بڑھ کر اس کا کوئی استحقاق نہیں ہوتا۔ دائمی کاس لاس پہنچاؤ انہی کے ذمہ دیاں رہتا اور انہی کی طرح عدالت کے سامنے

جہاد ہوتا ہے۔ اسے مسلمانوں کے اوسط گھرانے کے اثبات کے ذریعہ طبعاً سمجھا دیا جائے گا۔
 پانچویں وقت اپنے بھائیوں کے ساتھ مزاداکرنا اور حقے کا طبعاً دینا ہے۔ چونکہ یہ اللہ کے بندوں
 کی حکومت ہوتی ہے اس لئے شریعت و شریعت اور عیب و بدیہی کے فقر و غنا اور خدمت
 خلق کی مشہور ہوتی ہے۔ قرآنی تعلیم اور اس کے نظام حیات کی برکتوں کے بارے میں شریعت مشرق
 نے فرمایا۔

چوتھیں قرآن حوالہ را پیغام مرگ
 بگلیر بندہ ہے ہر و مرگ
 کس و دیہ جا مرگ ، محروم نیست
 عجب : مہار : حاکم : محکوم نیست

’قرآن یا ہے؟‘ حاکموں اور ’قادر‘ کیلئے یہ سورہ کا پیغام ہے۔ اور مال و منال سے محروم
 پیغمبروں و نبیوں اور مسکینوں و مصیبتوں کیلئے خوشحالی کی نوبت ہے۔ سلام کے نظام رحمت میں ہر
 انسان کی ضروریات کی کفایت کا ایسا اجتماعی نظام ہے کہ مانگنے والے پر محروم نظر ہی نہیں آتا
 اور اسرام انسانیت اور اخوت کی جہانگیر کی کامل عالم سے کہ اس میں نہ تو کوئی غلام ہوتا ہے نہ ہی
 کوئی ’مظالم‘۔ نہ توئی حاکم ہوتا ہے نہ ہی محکوم۔ بلکہ سب اللہ کے بندے اور پارس میں بھائی بھائی
 مہوتے ہیں۔“

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کا اصل هدف انسان کو ایمان کی دعوت دے
 کر رضائے الہی کی راہ پر لگانا ہے۔ اس لئے ان کی مادی ضروریات کی کفایت کے کام کو قصود
 والذات نہ سمجھتے ہوئے بھی اسے نہایت اہم قرار دیتا ہے تاکہ وہ ان چھوٹے چھوٹے تفکرات سے
 آزاد ہو کر پورے عالمیت کے ساتھ اللہ کی محبت کے حصول کیلئے جدوجہد کر سکیں۔ اس دینی سلطنت
 کا مہم بھروسے کے گورنر و مشیروں کے ذریعے انہیں لوگوں کو ہر رستا سے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور فکر
 و شغرت سے سرشار راہ خدمت خلق کو رضائے الہی کا ذریعہ جاننے والے ہوتے ہیں۔ گورنروں
 کے بھروسے سے قدر و قدر و قدر الہی اور سوچ مٹا کر انہیں جدوجہد مہم ہانے کیلئے حضرت عمرؓ سے یہ
 تحریری عہد لیا کرتے تھے کہ تمہارے در پر کوئی دہریہ نہ آئے گا۔ تم رکی گھوڑے پر سوار رہی
 نہیں رہے گا۔ ہر ایک کیڑا نہیں پہنڈھے گا اور چھتے ہوئے آئے کی روٹی نہیں کھاؤ گے۔ اس طرح

انہیں مزید حقائق دینے کی بجائے ان پر مزی پھیرا۔ عائد کر دی جانے لگیں۔ حکومت کا مقصد
خواص کو آزادی کی بجائے پوری اُمت کے مفادات کا تحفظ کرنا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عکرائی کے
نظام نے حقیقی خوب و سہارا ابھرا۔ انصاف اور اکرام انسانیت کا جزو نقشہ تباری انسانی میں رقم
یہ اس کی مثال رہا۔ تہذیب کی ہر شاہت اور نہ ہی جدید جمہوریت میں نظر آ سکتی ہے کیونکہ ان
دلوں کا تصور مطلق حد کا استحصال اور کمر دوس کا خون چاٹنا ہوتا ہے۔ اقامت صلوات کے بعد اس
سے ایک ہی حصہ نیچے زکوٰۃ کا کرگن ہے۔ اس کی اثیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ
قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ایمان کے بعد صرف دو اعمال صاف ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک نماز کا
دوسرے زکوٰۃ کا کیونکہ ان دونوں کے قیام پر ہی پورے دین کا انحصار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور
اس کے قرب کے حصول کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ انسان کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہو جائے۔
جنسوری کریم علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دنیا کی محبت ہی ہر ایمانی کی جڑ ہے اور دنیا کی عدم مت مال و
دولت اور مونا چاندی ہیں۔ اس لئے انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا انسان کو مکمل لایع و رہوں
سے چاہتا ہے۔ اس طرح اسلام کا دوسرا اہم ممکن زکوٰۃ تہذیب و دنیا کی جڑ کاٹنے کا بہت ہی موثر
طریقہ ہے۔ مومنین کی، ملتی جہارت کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی مد میں کھٹی ہونے والی دولت
سے اسلامی نظام کا وہ مددیم اللہ عزوجل اور ادارہ جو دہمیں جاتا ہے جس کے ذریعے اُمت کے
جامعہ مدد فراہم کرنا۔ اٹھارہ حالت پورے کئے جاتے ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہو

(24-25 أيارج)

اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح فرماں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر رُوئے کفر سے بے چارے کو مالدار سے دی جانے لگی ابراہیم میں کئے کا حتمی کو سے دی جائے گی۔ اسلامی نظام مصیبت میں رُوئے کفر کو اس قدر ہیبت دی گئی ہے کہ حیوانوں کی ضرورت کی مناسب دیکھ بھال کرنے کی ہدایت بھی موجود ہے۔ ایسا کیوں نہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرماں عیاش ہے۔ **الْحُبُّ أُنَاسٍ دُنِیِّ** ”جی مہر سے دین کی اس محبت سے“ چنانچہ مقتول کے کہ خاندان سے وفہ اراکی سنبھلتے وقت حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ”عمر! تم پر

پہلی پوری دھندل رہی ہے۔ اگر مینے نفرت کے کمرے کی بنیاد پڑھ لی ہے تو کیا تو اس کی پریشانی سے ہو گئی۔ جس طرح سلام کے سیاسی نظام میں حاکمیت کی بجائے طاقت اور ادارہ کا نظام ہے اس طرح معاشی نظام کا بدلہ یہ ہے کہ دنیا کی مسوریات کی بجائے اور محرومی کا نیکہ خاتمہ برپا ہو جائے۔

کس باشندہ در جہاں محتاج کس
نقد شرعاً نہیں اپنی دست و پا

”معاذی اللہ! شریعت کا معاشی نظام صرف ایک نکتہ کے گرد گھومتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے بلکہ حلقی ادارہ کا فرض ہے کہ مسکینی کے حصے کا روقی ان کا حق سمجھ کر بدعزت طریقے سے ان تک خود پہنچائے۔“ اللہ تعالیٰ کے ولین کے تحت مسلمانوں نے دنیا میں پہلی خلائی مملکت قائم کی جہاں پیدا ہوتے ہی بچے کا وظیفہ مقرر ہو جاتا تھا۔ جہاں عانت مندوں پر مصحوبوں کی سرکاری خرچ سے کفالت کی جاتی اور طب علموں کو تعلیم اور ہائیکس کی سہولتیں مفت فراہم کی جاتیں۔ ایک مغربی محقق نے ملای نظام کی برہنوں سے پارے میں لکھا کہ ”اسلام دنیا میں کسی بچے کا یتیم ہو جانا ہی اس کے لئے دنیا بھر کی نعمتوں کے حصول کی ضمانت بن جاتا تھا۔ کیونکہ حکومت کے علاوہ معاشرہ کے مخیر افراد بھی یہ پیش کرتے تھے کہ یتیم کو کسی چیز کی

کمی محسوس نہ ہو، قرآن کریم میں بھی عقائد پر اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے کا ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پوری کلوں کو سیاسی اور معاشی غدق سے جانت دلا کر دنیا سے ریوڑ سبوتاہیں مہیا کی جاتیں اور اخروی کامیابی کیلئے نہیں حکمت اور پیاری پیاری نصیحتوں کے وسیع ایماں کی دولت دی جاتی تاکہ وہ رندان کا اصل مقصد حاصل کر سکے۔ ان ہیبت کی مادی خدمت اور روحانی رہنمائی ساری اللہ تعالیٰ کی مدد سے کیونکہ اس سے ”ہم عید الاسلامی جودت ارضی کا شش کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا وعدہ فرما کر مشرور دیا ہے کہ ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد راہ گزرو، ابھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جھکے گا۔“ (نحمدہ ۱۷) جب تک اُمت مسلمہ مسالمت منانہ کر اللہ تعالیٰ کی شتاء و مرضی کے مطابق الٰہی نیت کی اصلاح و اصلاح کی راہ پر گامزن رہتی تو اللہ کی تائید و نصرت سے اقوام عالم کی تباہ و بربادی سے دنیا ہی کے ہاتھ میں رہی اور دوسرا کوئی نظام حیات ان کے مقابلے میں سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکا۔

یاس انقاس کی اہمیت

(علامہ اقصیٰ توحیدی)

پاس انفاس کے غلط معنی ماسوس کا خیال رکھنا۔ مسعود علیہ تو حیدر ہے کہ وہ قلعہ عبدالحکیم انصاری فرماتے ہیں نہ سواک کے صرف وہ حصے ہیں ایک تہ اوپر اور دوسرا آگیا اخذی۔ اور میں نماز و رطلت قرآن بھی مثال سے لیکن یہ دو چیزیں تو سرسماں رہا ہی ہے۔ فرماتے ہیں ۔

سوالک کرب کے علاوہ چوتھے اور بھی رہتا پڑتا ہے اور وہ درود حرمت نامے ایک پاس نفاس اور دوسری اثبات۔ پاس انفاس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی ماس الفہ کی پاؤں سے خالی نہ ہو ہے ہر ماس جو آمدن نے پایا ہے جس سے لفظ انفاس طرح کو نکال کے اور کان نہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ رحمن کی آخری آیت میں ہر مومن کو مبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام ترجمہ ”تو رحیم“ کے معنی میں ”تو رحیم“ لکھا ہے۔ اگرچہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تیرے پاس ہر چیز کا نام ہے۔

سورۃ اقصہ میں لڑیا فسبح باسم ربك العظيم درجہ ۱۰ کو تم اپنے پروردگار سے روک کر کھانا کی تسبیح کرتے آہ یہ سورۃ اقصہ کے آٹھ ایل دیو پر فخر مائی۔

قبلہ انصار صاحبؒ ہوا انا کریم الدین علیہ رحمۃ سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں روضہ انصار صاحبؒ نے فرمایا۔ ”تم کو ایسا پرگٹ مل جائے گا جس کی تعمیر اور صحبت سے تمہارے اندر وصلہ عقیق پیدا ہو گا میں گی جو جیتے جی اللہ کا دیدار حاصل کرے کیلئے لازمی ہوگی۔“

قبلاً انصار کی صاحب فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے بڑے پھیراں اور مداحی سے بیعت
کیا۔ یہ وہ تینوں کوئی ہیں جس سے یہ صلہ حیات پیدا ہوتا ہے جو مولانا نے فرمایا یہ صرف وہ
ہائیں جو کئی ہا۔ تو ترکہ اخلاق ہے۔ اور دوسری ہا یہ کہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے سوا جیسا نہ
موجود ہے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود فرمایا اور ذکر اسم ربك وقتل اليه قتيلاً
ترجمہ ”اور بے پروہ ہوگا۔ کہ نام کا اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو
گا۔“

استہدائی تعالیٰ کا نام رب ایک صمدی نام ہے جب کہ دانی نام اللہ ہی ہے۔ تو میں نے جو سورہ رحمن کی ستر آیت کا حوالہ دیا ہے اُس میں شرمایا کہ آپؐ کا پیرہ روگاہ جو صاحب عظمت و جلال ہے۔ اس کا نام نہ لیا کہ کس ہے۔ اور سورہ واقعت کی آیت کا ترجمہ ”تو تم اپنے پروردگار رنگ کے نام کی تسبیح کرو“ اور سورہ صافات کی آیت کا ترجمہ ”اے اپنے پروردگار کے نام کا پروردگار ہر طرف سے بے تعلق ہو سراسر کی طرف متوجہ ہو جاؤ“ تو بات بہت واضح ہو گئی کہ نام بھی اسی کا ہے۔ جہاں کہ ہے۔ تسبیح لگے گی اُن کے نام کی، ذرا بھی اُس کے نام کا اور ہر طرف سے بے تعلق ہو سراسر کی طرف متوجہ ہو جاؤ“ تو یہاں یہ دیکھا چیر ہے: وہ یہ نام ہے اللہ ہی ہے۔ ہمیں اسی کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اسی سے سب کچھ ملے گا۔ اسی کا دھیان رکھنا ہے۔

پاکستان کے بارے میں تو بڑی صاف دشمنیاں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 103 کا ترجمہ ہے۔ ”جس جہنم میں رہے کو تو اللہ کو یاد رکھو، نہ لکھو اور بیٹھے اور کروٹوں کے بل“ اس کے علاوہ سورہ اعراف کی آیت 205 کا ترجمہ ہے ”اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد رکھو، عجز کی سے اور ناز سے اور کم آواز سے بات میں اور صبح کو اور شام کو اور مرت ہو غفلتوں میں سے“۔

تو یہ لے کر اے غمی سب سے یہ نتیجہ نکالو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرنا چاہیے اور اللہ ہی یہ ہے ہرگز غافل نہیں ہونا چاہیے اور اس کو یاد کرنے کا طریقہ پاک نفس ہی بتا دے۔ ہمارے حالات کے بچت شدہ بہت سے بھائی پاک نفس رہتے ہیں اگرچہ شروع میں مانوس کا خیال رکھنا تھوڑا مشکل ہے لیکن جب ”میں شہ دستا“ سے تو تھوڑے عرصہ میں ”کیسے“ سہائی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر میرے بھائی آپ شیخ سرب کہ اُسے اس کے ہوتے گئے تھے۔ اس کے جسم کے مختلف اعضا بھی اُس کے دگر میں شامل ہو جاتے ہیں تو کیا یہ اللہ کا فضل نہیں کہ ہم اس آیت کی شریعت بنا جاتے ہیں جس میں کہ گیا کہ ”تم مجھے یاد رہو میں تمہیں یاد رہوں گا“۔ جب ہم ذرا پاک نفس کریں تو میں شروع میں اس طرف فکر کرنا چاہیے کہ جب بھی دل اللہ کہے تو محبت کے ساتھ اللہ کا خیال بھی دل میں رہے۔ اور پاک نفس کے ساتھ اللہ کو شکر سے یاد کرنے کا اور کون طریقہ نہیں ہے۔ مانس ہی وہ واحد چیز ہے کہ جب تک اس کا ذمہ ہے کسی کے ساتھ ہے۔ اُس کا فائدہ نکالتے ہوئے ہم اللہ کو یاد رکھ سکتے ہیں۔

نئی اثباتِ فوائد اور فضائل

کلمہ لا الہ الا اللہ کوئی نئی اثبات نہیں دیتا ہے۔ یہ کلمہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو
اتنا پسند ہے کہ اگر آپ دیکھیں تو اللہ تعالیٰ نے جو رسول مختلف قوموں میں بھیجے تو ان کو جو کلمہ دیا
اس سے پہلے لا الہ الا اللہ کہا گیا جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے ادم صلی
اللہ، نوح نجی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، اسماعیل ذبیح اللہ،
موسیٰ کلیم اللہ، داؤد خلیفۃ اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور
محمد رسول اللہ ﷺ۔

لا الہ کے معنی ہیں ”کوئی معبود نہیں ہے“ اس کوئی کہتے ہیں اور لا الہ کے معنی ہیں
”نہیں اللہ“ یہ ثابت ہوا کہ گلابیت نے نئی اثبات کا نام لے کر اپنے مریدین پر قائم کر
دیے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ فضل اللہ لا الہ الا اللہ۔ نئی اثبات کا ذکر کرتے ہوئے
جب لا الہ کہا جائے تو ذہن میں یہ تصور ہو کہ کوئی چیز بھی موجود نہیں، الا اللہ نہ ضرب اللہ
پر لگاؤ تو یہ خیال ہو کہ صرف اللہ ہی موجود ہے۔ اگر ہم قبیلہ انصاری صاحب کے خطبات کو دل سے
پڑھیں تو انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس رکرنی غرض و قایت بیان کی ہے۔ قبیلہ انصاری
صاحب نے جو ہمیں ان نئی اثبات کا طریقہ بتایا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ یہ اصل نئی اور
اثباتی مشق کرنے سے پہلے سربا جاتا ہے۔ اس لئے جب دالہ پر لا الہ پر چار سینہ ٹھہرے گا
نہیں نئی مشق نہ ہو سکے گی اور طریقہ جب تک لا الہ پر دوت چار سینہ ٹھہرے گا نہیں اثبات
کی حالت نہ پڑے گی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک نئی کی مشق کافی نہ ہو عام روحوانی سے مایہ
کا تحقق قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نئی کی کیفیت نہ ہو وہ اس کے پانچ سو اس ظاہری
اس کا تعلق دیا اور اس سے غلام رکھتے ہیں۔ لیکن نئی کی حالت میں یہ حواس معطل ہو جاتے ہیں
اور جب یہ حواس معطل ہو جائیں تو لاشعور یہ دہرا رہتا ہے۔ مگر مانتے ہیں کہ لاشعور اس دنیوی دنیا
اور روحانی دنیا کے بیچ میں ایک برزخ ہے جب حواس ظاہری معطل اور شعور یہ رہتا ہے تو
ہر ایک کا تعلق دنیوی عالم سے منقطع ہو کر روحانی عالم سے جڑ جاتا ہے۔ نئی کی فہم و مشق کرے کیلئے
رہنما اثبات کے علاوہ اور اوقات میں بھی کوشش کرنا چاہیے۔ مثلاً دن میں کسی وقت جب کھس

نہانی ہو یا رات کو سوئے وقت و باغ سے تمام دنیا اس کا کٹھن کی حالت میں کچھ دیر بیٹھ کر رہنا
سو جانا بہت مفید ہے۔ یہ مشق بہت احتیاط سے کرنا چاہیے اور لنگی کے نقشوں کو ہنسہ ہنسہ بڑھانا
چاہیے۔

اشاعت کی مثال یہ ہے کہ کسی سفید کانٹہ پر صرف ایک نقطہ لگا دیا جائے اس کو کوئی اس نقطہ کو
دیکھے گا اس کی ساری توجہ اس کی طرف مرکوز رہے گی۔ اسی طرح جب سبک کو اچھی طرح لنگی
کرے کی عادت ہو جائے تو وہ اپنی قوت ارادی سے اس شے کے عام میں اللہ کا قصہ روح میں
قائم کرے۔ اس طرح تصور کرنے سے سبک کو خدا سے جو رابطہ پیدا ہو گا وہ دوسری کسی ترتیب
سے نہیں ہو سکتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں اصحاب رسول ﷺ چلتے پھرتے ہر وقت دل میں
کلمہ پڑھتے رہتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی صحبت سے جنہیں وہ کچھ پتھر پتا جو نہ ہم سوچ بھی نہیں
سکتے۔ پر رگ فرماتے ہیں کہ اس ذکر کا مقصد یہ ہے کہ قلب جاگ اٹھے اس میں ہر رت و روز
دگر انداز پیدا ہو اور لنگی اشاعت کی مشق سے دماغ سداً درخشاں رہنا کی یقینات محسوس کرنے میں تیار
ہو جائے۔

قبل انصاری صاحب جب مولانا کریم الدین رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے تو انصاری صاحب نے
مولانا صاحب سے پوچھا کہ تزکیہ اخلاق کیسے کیا کرنا چاہیے تو مولانا صاحب نے پانچ باتوں کے
بارے میں فرمایا تو اس میں پہلی بات تو یہ کہ پانچ وقت کی نماز کے پابند رہو اور دوسری بات یہ کہ
رکعت پڑھنا بھی پڑھو ہو سکے کرو۔ ذکر سے غم ادھیجے کہ نہ ہاں سے اللہ اللہ ہوا اور دل میں اس کی یاد
مستقل طور پر قائم کر لو۔

اشاعت کرنے کا جو سبب طریقہ ہمیں بتلایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ لفظ اللہ کا تصور کیا جائے اس
تصور کرنے سے اللہ کی یا مستقل طور پر کچھ دیر میں بیٹھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ملنے کی توفیق
عطا فرمائے۔

قرآن حکیم کا معجزانہ حسابی نظام

انجینئر سطریشہ محمود (ستارہ ستار)

اللہ کے نام کا مخزہ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسم و قی، اللہ قرآن کریم میں 2699 دفعہ آتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی س تعداد کو آٹھ سو کا ہندسہ تقسیم نہیں کر سکتا بلکہ ایک باقی بچ جاتا ہے۔ یعنی $19 \times 142 + 1 = 2699$ اور جس مقامات کا اللہ تعالیٰ کے نام سے تعلق ہے وہ ہمیشہ 19 کا حاصل ضرب جمع ہی نکلتا ہے۔ کیا یہ کیوں ہے؟

ہاتھ میڈی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان پاک کسی حساب کی پابند نہ رہی ہوگی خلق اللہ تعالیٰ کے راقی ماح کا مجموعہ ایک کم ہوتا تو یہ تعداد 19 سے تقسیم ہو جاتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی احدیت کے خلاف ہوتا۔ اس لئے ایک ہر صورت باقی بچا جائے کہ وہ ہر حالت میں احد یعنی ایک ہے۔ لیکن بدقسمت راشد حقیقی تجویز میں بات نہ آئی، اپنے فارمولہ والہ سے بڑا سمجھتا تھا۔ شیطان سے اس طرف لگا کر قرآن کریم میں غلطی ہوئی ہے یہی ایک نام اللہ کا نیا ہے۔ چنانچہ اس نے نبی پاک ﷺ سے حسد کی بنا پر سورۃ توہی کی آیت نمبر 127، 128 کو قرآن کریم سے خارج کر دیا اس طرح اللہ کا نام ہر رک بھی بکل گیا اور کل غرارہ 2699 رہ گئی جو 19 کی حاصل ضرب نہیں، و خوش خدا نہ سطر فارمولہ صحیح ہو گیا لیکن راشد حقیقی قسمت چھوٹ گئی، وہ جہنمی ہو گیا۔ (استغفر اللہ)

$$+9 \times 2 \times 71 \quad 19 \times 142 + 1 \quad 2699$$

لیکن اس سے بھی عجیب تر یہ بات ہے کہ وہ تمام آیات جن میں اللہ سبحانہ کا نام ہر رک آیا ہے اگر ان آیات کے نمبروں کو جمع کریں تو مجموعہ 118124 ہے اور وہ بھی 19 کا حاصل ضرب جمع ایک ہے یعنی $19 \times 6217 + 1 = 118124$ ۔ سبحان اللہ کیا معجزہ ہے۔ لیکن بھی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے متعلق حساب 19 سے تقسیم نہیں ہو سکا بلکہ ہمیشہ ایک باقی ہے۔ پیٹنگ

قل هو اللہ احدہ اللہ الصمد۔۔۔۔۔

سورتوں کا اعرار

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ کلام اللہ فی 114 سورتیں تو 19 کا حاصل ضرب ہیں ہی
تین ہونے پر یہ ہے کہ تمام سورتوں کا مجموعہ (1+2+3+4+...+114) 6555
یعنی سورتوں کے ترتیبی نمبروں کو 1 سے 114 تک جمع کرتے جا میں تو کل 6555 بنتا ہے جو
19 کا ضرب حاصل ضرب ہے۔ 6555 = 19x234۔ یوں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی
114 سورتوں پر حسد نبی پر مشیت کر دی ہے! دونوں کتب کہہ سکتا کہ دونوں ایک ہی سورت کم یا زیادہ ہے۔
لفظ قرآن کا اعرار

قرآن حکیم کا پانچواں مبارک ”قرآن“ ہماری کتاب میں 58 دفعہ آیا ہے لیکن
سورۃ پھس کی آیت نمبر 1۶ میں جس لفظ قرآن کا ”آ“ ہے وہ ”بقرآن غیر ہذا“ یعنی
”اس قرآن کے علاوہ“ کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے یعنی اس لفظ قرآن کو ہم اصل قرآن کے
حساب سے غیر کریں گے یعنی مستثنیٰ۔ یوں کلام اللہ کے قرآن کے بعد 57 ہی ہیں جو کہ ٹھیک
19 کا حاصل ضرب ہیں۔ (19x3=57)
لا الہ الا اللہ کا حیرت انگیز معجزہ

لا الہ الا اللہ کلمہ شہادت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے تھے۔ ”یا ایہا
الناس قولوا لا الہ الا اللہ تسبحوا“ یعنی انسانی فلاح اس کلمہ کے مانند رہنا ہے۔
اپنے معانی کی بھڑکی کے علاوہ لا الہ الا اللہ ایک معجزہ منکلم ہے امتحان پر شرار
طاقتور۔ قرآن کریم میں کئی تکرار اس معجزہ دھڑکتے ہوئے ہے۔ یہی ایک عجیب و غریب زوالی
ہات ہے۔ یہ عظیم کلمہ قرآن پاک کی ٹھیک 19 سورتوں میں آیا ہے۔ پہلی دفعہ سورۃ الفجرہ کی آیت
مبارک 163 میں ”یا ادرثریٰ“ دفعہ یہ سورۃ (مزل) کی آیت مبارک 9 میں ہے۔ نہایت ہی
حیران کن بات یہ ہے کہ جس سورتوں میں کلمہ شہادت آیا ہے اس کے ترتیبی نمبروں اور متعلقہ بات
کے انداز کی جتنی بھی 19 کا ہی حاصل ضرب ہے۔ یہ پیچیدہ حساب مشدھ ذیل جدول میں دکھایا
گیا ہے۔ اس کے سامنے عقل ہے جس ہے کہ اس قدر پیچیدہ حساب کیسے ممکن ہوا۔ لیکن اگر
حساب رکھنے والی ذات پاک، ملک کون و مکان ہوتا تو بجز یہ قابل سمجھ بات ہو جاتی ہے۔

جدول نمبر ۱
قرآن کریم میں کلمہ شہادتِ حسابی کا مقام

اب آپ اس ٹیپس ہندسوں 29,1592,507 کو جمع کریں تو یہ 2128 بنتا ہے جو پھر سے 19 کا حاصل ضرب ہے یعنی $19 \times 112 = 2128$ سبحان اللہ حساب رکھنے والے نے کیا کمال حساب رکھا ہے۔

صلوٰۃ کے لفظ کا معجزہ

لفظ صلوٰۃ جو کہ اسلام کا دوسرا ستون ہے سارے قرآن حکیم میں 67 دفعہ آیا ہے اب اگر اس میں ہم ان سورتوں کے نمبر اور آیات کے نمبر جن میں لفظ صلوٰۃ آتا ہے سب کو جمع کریں (یعنی ایسی حد ل بنائیں جیسا حد ل ہے) تو ٹوٹل 4674 بنتا ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے $19 \times 246 = 4674$ سبحان اللہ تو تمام ہم رکات اسلام 19 کے حسابی کلیہ سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔

حروف مقطعات کا معجزہ

ابھی تک جو دیکھا گیا ہے۔ وہ بھی واضح کو ہر نے کیلئے کافی ہے تیس حروف مقطعات کا حسابی نظام تو انسانی عقل کا بہت کر کے رکھ دیتا ہے۔ شمار ہوتی مائیں کا یہ ایسا حساب ہے نہ قرآن کریم جیسی کتاب میں گہرائی کاوش سے بنانا پڑے تو بیگانوں میں ہلک جائیں گے۔ لیکن اسکا وہ معنی اور ہے۔ حروف مقطعات اللہ پاک کے راز ہیں جن کے معانی واضح نہیں۔ بی پاک ﷺ نے بھی اس کی تشریح نہ فرمائی۔ ہر حال قرآن مجید 29 سورتوں کا 29 حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔ ان حروف کا تعداد 14 ہے جو ہر بی حروف کا نصف ہے اور 14 ہی مرکبات کی شکل میں یہ لکھے گئے ہیں۔ کمپیوٹر کی مدد سے کئے گئے تجزیوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حروف قرآن حکیم کا ایسا جواب معجزہ ہے جو انی کمپیوٹر کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو سکتا تھا۔ مندرجہ ذیل میں ہم صرف چند ایک مادہ سادہ ہوتا تو سناؤ کر کر رہ گئے

”مگر ہم 14 حرفی مقطعات 14 کے 14 مرکبات اور مقطعات 29 سورتوں کے اندازہ کو جمع کریں یعنی $14 + 14 + 29 = 57$ بنتا ہے جو نہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے بلکہ سرقرآن مجید کا ہے اور لفظ مجید بھی 57 وعدہ آیا ہے۔

اگر ان تمام 29 سورتوں کے مرتبی نمبروں کو جن کا آغاز حرف مقطعات سے ہوا ہے کو جمع کریں مثلاً (2+3+7+50+68) تو یہ حاصل جمع 822 جس میں اگر 14 مقطعات کو بھی جمع کر دیں، مجموعہ 836 بنتا ہے جو نہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے۔ 836-19x44=19۔
 یہ بتاتا ہے کہ مقطعات والی سورتوں کے نمبر خصوصی ہو۔ یہ مقرر شدہ ہیں۔ اس میں کوئی انسان دخل نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ حرف مقطعات والی پہلی سورت نمبر 2 اور ثری سورت نمبر 68 کے درمیان اللہ تعالیٰ نے 38 غیر مقطعات حرف والی سورتیں رکھی ہیں۔ یہ تعداد بھی 19 کا حاصل ضرب ہے۔ 38=19x2۔ اس سے ثابت ہوا کہ سورتوں کی ترتیب الہیہ ہے۔ کسی انسان سے ایسے حساب کے مطابق سوچنا بھی ممکن ہے۔

حرف مقطعات کے متعلق اوپر دی گئی چند باتیں تو صرف ابتدائی ہیں۔ اصل معجزات تو ان کے اندر ہیں جس کے سامنے بڑے سے بڑے دماغ ششدر ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ کسی کتاب میں اس قدر عجیبہ و غریب اور حساب ڈال دیا گیا ہو۔ جواب ہے۔ جو دوسرا سال پہلے تو یہ سچ بھی انسانی ذراعت سے ایسا رہا، ممکن ہے۔

”یہ ہم صرف سورۃ البقرہ کے مقطعات الہام کے حسابی نظام کو سمجھنے کی کوشش ہیں۔ الہام کے جو کچھ بھی معنی ہیں وہ اپنی جگہ پر لیکن اس تین حرف نے دنیا بھر کے علماء و دانشمندانوں اور دانشوروں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحت تمام ردیوں کے کہ قرآن مجید کی تفکیریں، ترتیب اور کام میں ہرگز ہرگز کوئی انسانی دخل نہیں اور یہ خالق کائنات کا خالص کلام ہے۔ اس نے اس کی عبادت سے یونہی ترنمہ حاصل کیا بلکہ یہ رب کائنات کے حکامات میں۔ کچھ چیزوں پر مدد سے جب تمام قرآن کے اس اور دم گئے گئے تو یہ دیکھ کر عقل مہربت ہو گئی۔ یہ تو 19 کا حاصل ضرب ہے۔“ (بحوالہ مقطعات کے حسابی نظام پر راشد خلیفہ کی کتاب ”Computer Speaks“ پبلشر اسمز بک پریڈکشن، سائٹ سوانا بیس، ای، سلسلہ مشرف، ٹیکساس، یٹ ایڈ ۸۵۷۶-۸۵۷۷)۔

مقطعاتی سورتوں کا اپنا معجزہ نہ حسابی نظام

یہاں اس کی ساری تفصیلات، بچے کا سوچ نہیں۔ ہم یہاں صرف سادہ حروف مقطعات والی چند ایک سورتوں کے حوالہ سے قرآن حکیم کے اس عظیم اور شگفتہ کردے والے حسابی نظام کی کچھ جھلکیاں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ ”قی“ کا معجزہ: قرآن کریم کی سورۃ 42 (شوریٰ) کے حروف مقطعات حجم متسق ہیں جن میں حرف ”قی“ ۱۴۴ ہے۔ سورت ق (50) بھی حرف مقطعات ق سے شروع ہوتی ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے تمام الفاظ میں حرف ”قی“ 57/57 دفعہ استعمال ہوا ہے جو کہ کلیہ کے عین مطابق ہے۔

سورت ق (50) میں پہلی آیت ق کے فوری بعد دوسری آیت ”الفران لجید“ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ”قی“ کی تعداد 114 (57+57+114) حتیٰ ہے جو کہ کلام اللہ کی کل سورتوں کی تعداد ہے۔ یاد رہے کہ ہر ایک خولفظ قرآن بھی کلام اللہ میں 57 دفعہ آیا ہے اور لفظ مجید بھی 57 19x3 دفعہ آیا ہے۔

ع میں ق سے شروع ہونے والی سورت 42 (شوریٰ) کل 53 آیات پر مشتمل ہے اور یوں اس سورت کا ہر اور آیت کا مجموعہ 95 بنتا ہے (53+42+95) جو کہ ہر سے 19 کا حاصل ضرب ہے 95=5x19۔ اور یکے سورۃ نمبر 50 (قی) کی آیات 45 ہیں جن کا مجموعہ بھی 45+50+95 ہی ہے۔ کیا عجیب حساب ہے۔ (سمائل اللہ)

لیکن ق کا صحیح معنوں میں دماغ کو بھار دینے والا (Mind Boggling) معجزہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر سورت کی 19 ویں آیت میں ”ے“ لے کر ”قی“ کا مجموعہ 76 ہے جو۔ ٹھیک ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہے۔ قرآن کریم کی تفہیم و ترجمین کر کے ”ے“ لے کر ایسے کیسے کیا اور یہ کیا؟ اس سے متعلق ایسی ذہن نشدہ بات چاہتی ہے۔ لیکن ایک بات ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا لفظ لفظ وحی سے جوئی پاک پر وحی میں گیا۔ اگر ایک لفظ کی غلطی بھی موجود تھی تو یہ حسابی نظام سے فوراً پکڑ جاتا۔

2- ”ن“ کا معجزہ سورۃ نمہ 68 (القلم) کی پہلی آیت حروف مقطعات ”ن“ سے شروع ہوتی ہے۔ اگر آپ اس سورۃ میں کل نوٹوں کی تعداد گنیں تو یہ 133 ہے جو 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ 19x7=133 (سبحان اللہ) کہ قرآن کے حروف کا بھی ایک خاص حساب ہے

یاد رہے کہ سورۃ نمہ 68 (القلم) حروف مقطعات سے شروع ہونے والی پہلی سورۃ ہے اور پہلی مقطعاتی سورۃ 2 تھی۔ ان دونوں سورۃ کے درمیان قرآن حکیم کی بات کی کل تعداد 5263 بنتی ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔ 19x277=5263 سبحان اللہ۔ کیا عجیب اور زبردست نظام ہے۔

3- ”ص“ کا معجزہ قرآن حکیم کی تین سورۃ یعنی 7 (اعراف)، 19 (مریم) 38 (ص) میں حرف مقطعات ”ص“ موجود ہے۔ ان تینوں سورۃ میں حرف ”ص“ گن کر جمع کریں تو وہ 152 ہے جو کہ 19 کے کلیے پر پورا اترتا ہے۔ 19x8=152 وضاحت کیلئے مندرجہ ذیل جدول ملاحظہ فرمائیں۔

4- ”لیمین“ کا معجزہ سورۃ 36 یعنی حروف مقطعات ”لیمین“ سے شروع ہوتی ہے اس سورۃ میں رکبہ میں بھی وہی حساب بھر دیا گیا ہے ساری سورۃ میں حرف ”لیمین“ 237 دفعہ اور حرف ”س“ 48 دفعہ آیا ہے۔ اس دونوں کا مجموعہ 237+48=285 جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔ 19x15=285 (سبحان اللہ)

5- ”حم“ کا معجزہ حم دونوں حروف مقطعات ”حم“ اور ”م“ پر مشتمل ہے اور قرآن

تصمیم کی کل سات سورتوں کا ان سے آغاز ہوتا ہے۔ (سورت 40 سے 46) اور ان میں 11 اور 12 کے حروف کی کل تعداد 2147 ہے جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔

19x113=2147

مندرجہ ذیل جدول اس حساب کو دکھاتی ہے

6۔ ”عشق“ کا معجزہ۔ صوفی حروف مقطعات سورت نمبر 42 (شوری) کی دوسری آیت ہے۔ اس سورۃ مقدمہ میں حروف ع، س، ق، و، ث، یب 57,54,98 بعد آئے جن کا کل مجموعہ 209 ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ 19x11=209

یہ سب چھ سورتوں کو واضح کرنا ہے کہ قرآن کریم کی بات تو یہی ہے کہ ساری حروف بھی ایک حسابی نظام کے تحت شمار کر کے استعمال ہوئے ہیں۔ یہ قرآن کریم کی صحت کا ایسا ثبوت ہے جس پر حجت سے حجت مخالف بھی شک نہیں کر سکتا اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ حروف کی سطح پر اس طرح کی کتاب میں حسابی نظام کسی بھی طرح انسانی ہر نی بات نہیں دیکھی قرآن حکیم ہر امر اللہ تعالیٰ سے۔۔۔ فتویل العزیز الرحیم۔

یہ تو قرآن پاک کے حساب معجزہ کے ایک چھوٹے سے حصہ کی تصویر ہے۔ مجموعی حیثیت میں

حروف مقطعات میں قرآن حکیم کے کتب معیوں کا ایک دریا چھپا ہوا ہے۔ جیسے جیسے نیا دوطائر اور تیز کمپیوٹروں کی ایسی دہوری ہے ویسے ہی قرآن حکیم میں کس نہایت معجزہ کے مزید پہلو سامنے آ رہے۔ یہ سب 21 ویں صدی کے اسرار پر قرآن حکیم کی رحمت ہے۔ سب بھی اگر وہ سے خالق کائنات کا کلام شمس مانتا تو اس سے یہ وہم قسمت نہ کون ہوگا

انشاء میں غیر معمولی تبدیلیاں

دور تحقیق ایک عجیب بات یہ ظاہر ہوئی کہ ۹ کے کوڑ کے مطابق رکھنے والی کیلئے بعض اوقات قرآن حکیم کے الفاظ میں چھ غیر معمولی تبدیلیاں لگی نظر آتی ہے۔ مثلاً سورۃ "ن" کی تیسویں آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ سے حضرت لوط علیہ السلام کو قوم لوط کے الفاظ سے یہ کیا گیا۔ اگر یہاں بھی لفظ "قوم لوط" لکھا جاتا تو سورۃ "ن" میں "ن" کے حرف فی تعدد ۵۸۱ ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ حرف "ن" کی تعداد ۵۵ (۳۰۹) ہی رکھنا چاہتا تھا تو الفاظ میں یہ تبدیلی کی۔

اب رما سورۃ اعراف کے بارے میں سوچیں کہ وہ "المص" سے شروع ہو جاتی ہے اور یہاں حرف "م" کی بڑی اہمیت ہے، کہ اس سورۃ کی آیت نمبر ۶۹ کے حرف بصطۃ کی طرف دھیان دیں جس کے معنی کشدگی یا وسعت وغیرہ کے ہیں اور قرآن پاک میں ہر جگہ اس لفظ کو بصطۃ کے طور پر لکھا گیا جو اس کے صحیح ہے ہیں۔ خاص رما سورۃ بقرہ کی آیت مبارکہ ۲۳ سے استفادہ کریں۔ جہاں پر "بصطۃ" لکھا گیا ہے یعنی "م" کی بجائے "س" کا استعمال یہاں سے۔ حرف "م" سورۃ اعراف کے ۵۱ و ۵۲ اور ۵۳ و ۵۴ یعنی سورۃ "مریم" اور سورۃ "م" کے مقطعات کے جوڑوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ سورۃ مریم کے شروع میں مقطعات "کھیمص" ہے جس میں "م" کا لفظ بھی ہے۔ اس ساری سورۃ میں حرف "م" کی تعداد ۶ ہے اور سورۃ "م" میں حرف "م" کی تعداد 48 ہے۔ اب اگر سورۃ اعراف میں "بصطۃ" کے جوں میں "س" کی جگہ "م" کو استعمال نہ کیا جاتا تو سورۃ اعراف میں حرف "م" کی تعداد ۳۷ رہتی ہے اور ان تینوں سورۃوں کے کل "م" (47+28+76) کی تعداد

۱۵۱ انتی جو ۹ کا حاصل ضرب نہیں لیکن اللہ تعالیٰ یہ تعداد ۱۵۱ رکھنا چاہتا تھا۔ سب سے ”س“ کی ۸x۱۹ (۱۵۲) یعنی ۱۹ کی حاصل ضرب ہی رہیں۔ اس لئے سورۃ اعراف میں یہ لفظ ”بصطۃ“ کے جیسے میں لکھا گیا ہے۔ یوں اس سورۃ اعراف میں حرف ”س“ کی تعداد ۸x۱۹ کی ہوگی۔
تعداد ۱۵۲ (۱۵۱ + ۱ + ۲۸ + ۳۸) ہوگی

یہی کچھ آپ سورۃ ”س“ عمران کی ”س“ میں مہارہ ۹۲ میں دیکھیں گے کہ مکہ مکرمہ کو ”مکہ“ کہا گیا کہ جس سورۃ سے پہلے ”م“ کا حرف ہے۔ ان تمام سورۃ میں حرف ”م“ کی تعداد ۸۶۸۳ رکھنا مقصود تھی۔ یہ عدد ۱۹۰ تقسیم ہو سکے (۱۹x۱۴۵ = ۸۶۸۳)۔ اگر یہاں لفظ ”مکہ“ لکھتے تو تمام حرف م کی تعداد ۸۶۸۳ ہو جاتی۔ یہ یہ ہندسہ ۱۹ پر تقسیم نہ ہو سکتا۔ اس بجائے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہر قرآن مجید میں حروف کا استعمال اور لفظوں میں ۹ کے ہندسہ کے کلیہ کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

چینج

سوچئے فی بات سے کہ کیا کسی فن کیلئے اس زمانہ کے عرب میں جب قرآن خیمہ نازل ہو رہا تھا اس طرح کے اعتدالی پیچیدہ، ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف کا حساب لگا کر قرآن خیمہ جتنی بڑی کتاب تصنیف کرنا ممکن تھا؟ یقیناً اُس کا جواب نہیں ہی ہو سکتا ہے اور ایسا کہ اس وقت تو یہ ”نہ بھی“ ممکن ہو گا۔ اگر یہ کام کسی فن دان نہیں تو کس کا ہو سکتا ہے؟
درجی بات سے کہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

یوں قرآن خیمہ کا حسابی نظام کلام اللہ کا باری رند و معجزہ ہے اور اس بات کا ناقابل تردید ثبوت کہ یہ کتاب واقعی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ کے بعد کوڑھ معزز متعصب لوگوں کے سوا قیامت تک کوئی عقل سلیم دماغ دلی سے جھٹ نہیں لکھا۔ بیسویں صدی کے آخر میں اس معجزہ کی اور ثبوت دیا پھر کے سائنسدانوں کیلئے پہنچا ہے اور عام انسانوں پر حجت کہ اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان رکھیں اور بددلیل و جھٹ اپنی زندگیوں کو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق بدل ڈالیں۔
سوچئے۔ پھر سوچئے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب کہ اس وقت کے

حساب دانوں کا حساب کا علم آج کل کے پرفہری سکول کے بچوں سے کم تھا، عرب کے صحراؤں میں ایک شخص اٹھتا ہے جو کسی سکول کا تعلیم یافتہ بھی نہیں، جب وہ چارپیس سال کا ہو جاتا ہے تو اس (حکیم) کی زبان ہارک سے ایسے گہکات نکلتا ہے کہ وہ جانتے ہیں حق کا فصاحت و بدعت میں کون ثانی نہیں تھا۔ وکلام ایسا رواں پراثر اور انقلاب خیز تھا کہ جو کوئی سے منہ منانا شروع کرے بغیر نہ رہ سکتا اور عرب کا کوئی بڑے سے بڑا عالم یا شاعر یا جو کھلے پنجے کے ایک ہیبت بھی اس کے مقابلے میں نہ رہ سکتا۔ پھر انہوں کی زندگیوں پر نیکے اثرات کا یہ حال تھا کہ جب جاہل عربوں نے اپنے آپ کو اس کے مطابق حال لیا تو بدادوں سے اُنھ کو مہذب ترین انسان بن گئے اور جب قرآنی سوچ والے چند لاکھ لوگ تیار ہو گئے تو انہوں نے جس مالوں کے اندر رائے اس وقت کی تمام معلوم شدہ دنیا پر اللہ کا حکم نافذ کیا، پچھلے چار سو سال بعد بھی اسلام دنیا کا سب سے زیادہ پھیلنے والا دین ہے اور اس کے ماننے والوں کی یہ تعداد ان لوگوں کے پانچ گنا ہے کہ باوجود مسلسل بڑھتی ہی جا رہی ہے؟

یہ سب اپنی جگہ جواب تو تھی لیکن اب قرآن حکیم کے حساب اور قرآن کی باتوں نے تو جدید انسان کو ششدر کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا ان کے حواس اور سمعہ عظیم اثرات کے بعد بھی کوئی سیم القلب انسان اس کتاب کے حق و جانب اللہ تعالیٰ ہونے کے بارے میں شک کر سکتا ہے؟ بلاشبہ قرآن پاک تمام زبان و مکاں میں ایسا زندہ معجزہ ہے جو ہر قسم کی عقل و دانش والے انسان سے اپنا لوہا منواتا ہے نہ حق ظاہر ہو اور نہ حجت قائم رہے۔ بیسیویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی ہجری کے آخر میں قرآن حکیم کے 19 ویں سالی نظام کی دریافت اس کے معجزہ کا ایک مظاہر ہے اور اس سائنسی و کیمیائی ایک بہت بڑا پتہ ہے۔

حساب دان، سائنسدان، دانشور، علماء، محکمہ ہر خاص و عام و مومن اور منافق و مسلمان اور کافر سبھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ چار سو سال پہلے تو کیا آج بھی کسی کتاب میں ایسا حسابی نظام ڈالنا انسانی بساوسے جاہر ہے۔ طاقتور کمپیوٹروں کی مدد سے بھی اس جیسے حسابی نظام کے مطابق کسی کتاب کی تشکیل انتہائی مشکل ہوگی۔ لیکن چار سو سال پہلے تو یہ ممکن تھا۔ خاص طور پر

یہ کہ قرآن ختم ہوئی ایسی کتاب نہیں تھی جسے شیئر کسی مصنف نے لکھ دیا ہو یہ تو پورے 23 سال کی
 "ثانی حدود" کا زمانہ تھا۔ انہی دنوں شمالی رنگ کی کھڑکیوں پر لکھنے والے غلاموں کا زمانہ تھا۔ ایسی رنگ کی کتابیں
 ایک دن بھی ایسا نہیں تھا کہ صاحبِ قرآن نام سے بیٹھ کر کچھ لکھ دیتے۔ پھر یہ عجیب و غریب منظر اُن
 صاحبانِ دہلی کے دیکھنے والے تھے "یقیناً قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور یہ اسی کا نام ہے۔
 اسکا تو ہر کام ہی معجزہ ہے اس کیلئے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو صاحبِ انساب کے ایک خلیفہ
 Cell) بتائے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ یہ کتاب بھی کئی زبانوں میں ہے۔ ایک معمولی قدر شہر کی
 بنگالہ جس ڈیوٹیشن کے مطابق ہے اس نے سائنسدانوں کو حیران کیا ہوا ہے۔ بے شک میرے
 رب کی باتیں میرا رب ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد بھی جو اسے نہیں جانتا اور ایمان لانے کے بعد
 قرآن کریم کے حکامات پر عمل نہیں کرتا اس سے پوچھ کر پوچھ کر جاننا اور کون ہوگا؟

19 کا ہندسہ کیوں؟

قرآن کریم میں صریحاً یہ سب میں صرف 19 کا ہندسہ کیوں اس قدر معتبر ہے؟
 یہ سوال اپنی جگہ ثانی و تیسری کا حامل ہے۔ سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی ہندسہ
 اہم نہیں وہ جو چاہے استعمال کرتے یہ کئی تہ رت کا کرشمہ ہے کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی، کم تر سے
 کم تر چیز کو عزت بخش دے۔ اس لحاظ سے 19 کے ہندسہ کی مبالغہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے
 اپنے کلام میں اسے مخصوص کر لیا، کوئی اور اہمیت نہیں۔ پھر بھی ایک حسابدان یہ کہہ سکتا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ نے کوئی اور ہندسہ کیوں نہ چن لیا۔ اس سوال کا اصل جواب تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن
 عام حسابی قاعدوں کے مطابق 19 کے عدد کی کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو دوسرے کسی عدد میں نہیں
 پائی جاتیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ہندسہ ایک اور نو کا مرکب ہے جو کہ عددوں میں
 اس اور اثر ہیں۔ اس کے عددوں کی جمع میں ہے (1+9+10) جس کے اعدادی جمع ایک
 ہے (1+0+1) یعنی 19 کا ہندسہ اپنے اندر وحدت اور پچھپائے ہوئے ہے۔ پھر یہ بھی ۱۹
 ایک ناقابلِ تقسیم ہندسہ ہے۔ انبیا کا لڑکپن (Teens) والا رہا نہ بھی ۱۹ سال کے بعد ختم ہو
 جاتا ہے اور وہ جوانی میں قدم رکھ لیتا ہے۔ ان خوبیوں کے علاوہ بھی کائنات کے نظام میں 19

کے ہندسہ کی ایک حائل اہمیت ہے۔

مثلاً سورج، چاند اور زمین انسان کیلئے اہم ترین فلکی کلام ہیں۔ یہ تینوں ہر 19 سال بعد ایک دوسرے کے آگے آگے سے ایک لائن والی پوزیشن چلتے ہیں۔ (Ref Encyclopaedia Judaica calendar) انسان کے اندر 209 ٹیوب ہوتی ہیں جو کہ ٹھیک 19 کا حاصل ضرب ہیں 11x19=209۔ یہ بھی حساب لگایا گیا ہے کہ تخلیق کائنات کے بعد پہلے ماں کے پیٹ میں 266 دن (14x19) کا 38 ہفتے رہتا ہے جو کہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہیں۔ (Ref Longmean Medica Embryology)

یہ چند مثالیں یہ واضح کرتی ہیں کہ انسان کی تخلیق و اس دنیا کے اندر بھی 19 کا ہندسہ اللہ تعالیٰ کی مہر کی مانند ہے۔ شاید اسی لئے کلام اللہ کی تخلیق ترتیب میں بھی یہی ہندسہ دی نوعیت کا ہے۔ (واللہ اعلم)

یا اولی الالباب

یہ سب باتیں یقیناً حیران کن ہیں لیکن حیرانگی ہمارے مکمل مبالغہ نہیں، اصل بات ایک ہی ہے کہ وہ یہ تمام کائنات کے اس عظیم ترین معجزہ یعنی قرآن کریم کو سمجھیں، اور پھر اس بات سے اس کے احکامات پر عمل کریں۔ اس کے وہ کام لیں، یا ان کا پیروی اور شریعت کی کہیں۔ انتخاب اپنا لیں۔ لکنہ دینکم ولی دیں۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ۖ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝

فَإِنْ خَلِي فِي عِبْدِي ۖ وَإِنْ خَلِي جَنَّتِي ۝

”اے نفس مطمئنہ، اپنے رب کی طرف پہنچ آؤ، تم بھی راضی، وہ بھی راضی ۝ (وہ فرماتا ہے) پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جاؤ ۝ اور میری (خاص) جنت میں داخل ہو جاؤ ۝“
(سورۃ النجم پات 27-30)

ذکر الہی ”قرآن احادیث کی روشنی میں“

(عبدالقیوم ہاشمی)

”محسوسات حس و متی اور زوال کی جانب راہیں ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کسی کی بین و نہ بین سے اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ایک مسلمان کا ہونا چاہیے وہ حقیقت کی ویبائیں موجود نہیں ہے۔ ہمارے غلو اور عجز ہستی کے کلمہ حقیقت کو سمجھنا نہیں سکتے۔ لہذا ہمارے تمام توانا یاں اس جانب صرف ہون چاہیں اللہ تعالیٰ سے ہر تعلق کس طرح مستحکم ہو سکتا ہے۔“

قرآن ربیم میں اللہ سے مضبوط تعلق قائم کرنے کے لئے ہمیں ایک نہایت ہی صفت ہمیں واضح اللہ ظاہر بنادی گئی ہے۔

والدین امنوا اشد حبا لله (سورہ بقرہ آیت 165)

ترجمہ ”اے ایمان والو! اللہ کو سب سے بڑھ کر محبوب رکھتے ہو۔“

یہی جو بننے والے اللہ سے شدہ ترین محبت کا رشتہ تعلق قائم کرنا لازم ٹھہرے گا۔ اس سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سے شدہ یہ محبت کس طریقے سے ممکن ہے۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ اس کیلئے ”پاکتصوف“ کے میدان میں داخل ہونا پڑے گا۔ میں سے مسلمانوں میں یہی اشد شریعت ہوتا ہے اور یہی جہتیں شروع ہو جاتی ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کی محبت کا حصول اس منظر میں چلا جاتا ہے۔

حقائق تصوف، صوفیائے کرام کے تلقین کئے ہوئے اور ادا کار کو بدعت قرار دے کر مسلمانوں کی کثیر تعداد کو اللہ کی محبت سے محروم کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا قرآنی حکم ہے نہ کہ صوفیائی طرف سے دین میں بدعت۔ اللہ سے شدہ یہ محبت کے حصول کا واحد درجہ صرف اور صرف ذرا الٹی ہے، کیونکہ ذکر الہی دل سے دنیا کی محبت نکال کر اس میں اللہ کی محبت کو داخل رویتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

الا بدکر الله قطمئن القلوب (البرہ 28)

ترجمہ: ”غریب جان لو! لوگوں کا اطمینان اللہ کے دے کر ہے۔“
 مطلب یہ ہے کہ تیری ہدایت دل میں اطمینان پیدا ہوا، اطمینان اس لئے چونکہ محبوب حق تعالیٰ کی
 محبت دل نے محسوس کر لی۔ ذکر الہی کا حکم پہلی آیتوں کو یاد کیا تھا۔ ملاحظہ کیجئے سورہ اعلیٰ میں ارشاد
 ہوا ہے

فدا فح من توكى ۝ وذكرا اسم ربہ فصلی ۝ بل توثرون
 الحیوہ الدنیا ۝ والاخرۃ خیر وابقی ۝ ان ہذا الفی الصحف
 الاولی ۝ صحف ابراہیم و موسیٰ ۝

ترجمہ: ”فلاح پا گیا، وہ شخص جس سے پاکیزگی اختیار کر لی اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر
 ماریں بھی، مگر تم لوگ دنیا کی رہو گی کھو جائے گی، یہ ہو جائے گا کہ تم بہتر و باقی رہنے والی ہو۔
 یہی بات پہلے صحیفوں میں بھی لی گئی ہے، ابراہیم و موسیٰ کے صحائف میں۔“
 کیا آپ سے بالکل واضح ہے کہ پہلی آیتوں میں کیا یہ نفس کیلئے ذرا ہی اور نہ لڑائی حکم تھا
 جسکی ہدایت ہاتھ آتوں کے قلوب سے دیا کی محبت اکل اللہ اور شہادت کی چاہش کرتے ہو
 جاتا تھا۔

درج بالا آیت و ذکر اسم ربہ فصلی سے یہ واضح ہے کہ اللہ کا ہر ماریں ہدایت
 قرآن اور نقل کے علاوہ بھی کرنے کا حکم ہے۔ اس ضمن میں چند آیات پیش خدمت ہیں۔
 وادکرو اسم ربک ونبیل الیہ نبیلاً (مزل۔8)
 اپنے رب کا ذکر کیا کرو اور سب سے گت کر لی کے ہر روز۔“

فاذا قضیت الصلوۃ فانثروا فی الارض وابتغوا من فضل
 اللہ وادکرو اللہ کثیراً علیکم نعمتوں ۝
 ”پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت
 سے یاد کرتے ہو تاکہ فلاح پا جاؤ۔“ (سورہ جمعہ۔10)

الذین یدکرون اللہ قیما وعوداً وعلی جمویہم ویفکرون

فِي حَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا حِصَّتْ هَذَا بِأَحَدٍ مِّنْ مَّحَبَّتِكَ
هَذَا عَذَابُ النَّارِ ۝ (النحران 191)

”جو لوگ اُنھے پیٹھے اور پیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی
ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں پروردگار یہ سب کچھ آپ نے انھوں اور بے مقصد لوگوں کو دیا ہے
پاک و آب آ پکی سی جگہ ان میں ”ذبح کے عذاب سے بچائیں۔“
اور ”سورہ منافقین“ آیت 9 میں ارشاد ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ
اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد کی تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر
: یہ جو لوگ ایسا کر رہے ہیں خسارے میں مبتلا ہو جائیں گے۔“

ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ کی یاد میں رہنے کی اعلیٰ ترین صفت ہے۔
حنوﷺ نے فرمایا کہ تمام ظلمات میں سے فصل ترین گلہ، ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔
درختی جتنی چپکے چپکے اللہ کا ذکر کرتا بھی ذکر بہتر یہ قسم ہے۔ یہ اللہ کا درجہ ہے دل میں
کہ یہ وہاں سے نہایت آہستگی سے کرے چنانچہ حال محقق سے پوشیدہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے
رہنمائی کا اجر بھی فرشتوں سے یا دنیا و آسمان کو دیا راستہ عطا فرمادیتے ہیں۔ ”رہنمائی“ ذکر جہ سے
ترتیب افضل ہے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ کا ذکر ہر جہن مرد اور عورت پر ہر حال میں لازم ہے۔ یہ
واحد عبادت ہے جو کثرت سے کرے کا حکم ہے۔ اس میں عبادت فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ“ اپنے
ہندوں پر کوئی ایسی عبادت فرض نہیں فرمائی جسکی حد مقرر نہ ہو ورنہ اس میں ایک محدود
قید نہ فرمایا ہو مگر ”اللہ“ ایسی عبادت ہے جسکی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ ”دونہوں“ ترک ذکر پر
معذور فرمایا۔ اس جو مغلوب حال ہو اس کا معاند چھوڑ دے اور اللہ کا ذکر کرے اور بھروسہ ہو، پیٹھے
ہو یا بیٹھے روت ہو یا اب دس سے ہو یا سو دن سے، خشک ہو یا سدر میں، غریب ہو یا حاکم

میں بخش حال ہو یا عمیر الی ال بند رست ہو یا ہر حال میں ذکر کرو۔

یہ تو ثابت ہو کہ اللہ کا ذکر ہر وقت اور ہر حال میں لازم ہے مگر مقرر حضرت کہتے ہیں نہ جو اذکار صحت پر مبنی ہیں وہ مخصوص ہیں کہ وہ رشتہ نہ تھیں لئے یہ دین میں بدعت میں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ثمراتِ امالی کے حکم پہ عمل کرنا اصل مقصد ہے جسے پورا سا ہر حال میں کرنا ہے باقی جو ذکر کرنے کے طریقے ہیں وہ حق صدقہ کر نہیں بلکہ راجع ہیں اُس حکم ربانی کی تکمیل میں جسے مطابق ہمیں ہر وقت اللہ کا ذکر کرنا ہے تاکہ اللہ کی رحمت کا حصول ممکن ہو۔ لہذا اذکار راجع کو اختیار کرنے میں کوئی پابندی نہیں آتی مثال ایسی ہی ہے جیسے قرآن کریم میں صمہ واد۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک

ترجمہ ”اے رسول ﷺ آپ پہ جو نازل کیا گیا اُسکی تبلیغ کیجئے۔“

مطلب یہ کہ تبلیغ کرنا اصل مقصد ہے اور جو تبلیغ مسجد میں ہو یا کسی میسے میں منبر پر ہو یا میدان میں نہایت ہو یا تحریر یا لکھنے کی طرح ذکر سنا مقصد کلمہ ”اب خذوا پسندوں کی شکل میں ہو باقی اثبات کی شکل میں تبلیغ یہ کریں یا انگلیوں پہ کر اُنکی کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس لئے ہر طریقوں کو بدعت کہنا صحیح نہیں ہے نہ دین سے لاعلمی ہے۔ جس طرح حدیث و فقہاء میں حالات میں بعد میں ہمارے سامنے آئے بالکل اُنکی طرح تصوف یا حیات اپنی تفصیل کے ساتھ علمی و کتابی شکل میں تشکیل پایا۔ کوئی شخص ترکیب لکھیں اور وہ بعد احسان اُس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک اللہ کے ذکر میں وہ اہم حاصل نہ ہو۔ حدیث جبرائیل کے مطابق دین میں حصول میں منقسم ہے۔ 1۔ ارکان اسلام، 2۔ ایمان، 3۔ احسان، 4۔ دین اور اسلام کے متعلق چوتھے کے بعد مشکوٰۃ شریف میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

”جبرائیل نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتائیے رسول خدا ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو سے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو سے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا ”کیا تم جانتے ہو میں کون تھا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جبرائیل تھے تمہیں تمہارا ابن سمعان نے آئے تھے۔“

کس حدیث مبارکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر احسان اور نہ کیہ نفس کے شعبہ کو نظم انداز کر کے یں کو محض ایمان اور ارکان اسلام تک محدود سمجھ لیا جائے تو، یں بالکل ہی مرے گا۔ اگر ایمان و عقیدہ میں مثال جزا، رکاب اسلام میں مثال ریخت کے متنے اور شافعی سمجھ لیں تو ثمرہ ورجو تیری مثال سے منسوب احسان کو ہی مرے گے دیکھئے سورہ اہلیم آیہ (25، 26)

بر حصہ کسی تم دیکھئے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پائیزہ درخت جس میں جزا کام وراثت میں ہیں یہ اپنے رب کے حکم سے ہمہ دم میں بھل دیتا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اس لئے دیتا ہے کہ لوگ اس سے سبق لیں۔ یں ہم سے اللہ تعالیٰ صرف ایمان و عمل تک چاہے بلکہ شرع و ریت و عمل چاہتے ہیں اور وہ دین احسان کے بغیر ممکن نہیں۔

قرآن کریم میں ذکر الہی کے صلہ میں ایک ایسی نعمت یاد دہا گیا ہے جس سے بڑی نعمت حوسنی ہے اور کوئی تکملہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فاذا کرونی اذ کروکم یہ اللہ ہر طرف راہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ لہذا جسے اللہ مالک فل جہاں یا فرما میں اس سے بڑھ کر کوئی بھی خوش نصیب نہیں ہو سکتا۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چاہے آپے دل میں یا رتے ہیں میں نکو اپنے دل یا کرتا ہوں اور ہر وہ میرا ذکر کسی مجلس میں کریں گے تو میں اس کا ذرا اس سے کہیں زیادہ بہتر مجلس میں کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ شخصہ رضی اللہ عنہا ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے

مشغلو چتریف میں ہے کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اہل جنت پر شمع و تیل انہی منی جائے گی جیسے سانس لینا تمہاری فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔

بھکان اللہ اس حدیث میں پاس انہاں کی حالت کو اہل جنت کی صفات بیان کیا گیا ہے۔

نہ کہ وہ اقرنیٰ ہیات اور احادیث سے یہ ثابت ہوا۔ اور اللہ قرنیٰ حکم سے اور ان کے
روایت کرنے کے اللہ کی محبت، سنی رشتہ اور قرب و دیدار کا حصول اور اس سے آخر میں چند
احادیث پر اس کی حاقی ہیں تاکہ اس کی فضیلت و عیبت مزید واضح ہو جائے۔

ایک مرتبہ حضور اللہ ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور
روایت فرمایا ”کس پاس نے تم کو اس کو یہاں بٹھایا ہے؟“ صحابہ کرام نے عرض کیا ”ہم اللہ جل
شہ کا ذکر کر رہے ہیں کہ اس سے ہمیں سلام و دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا ہم پر بڑا ہی احسان
ہے۔“ یہ جواب سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اللہ کی قسم، کیا واقعی تم لوگ صرف اس وجہ
سے یہاں بیٹھے ہو؟“ صحابہ نے عرض کیا ”اللہ کی قسم، ہم صرف اس وجہ سے یہاں بیٹھے ہیں“
جب آپ میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تم کو اس قسم نہیں دی
بلکہ جو اس کیلئے بھی میرے پاس آئے تھے وہ یہ جبر سے کر گئے ہیں۔ اللہ جل شہ بلا تھک سے تم کو اس
پر فخر فرما رہے ہیں۔ (مسلم مشکوٰۃ برمدی)

اللہ تعالیٰ ہی وہ واحد سستی ہیں جو خود اگاتے ہیں کہ کوئی طالب جس پر میں اپنے مطلق
درمیان ہوں، رسولوں؟ ایسا محبوب کس سے محبت کرنے والا کہی؟ نام نہیں ہوتا ایسا ربیم کہ غرضی
سے بلانے والے کہ بھی، اپیل نہیں آتا۔ اہمیت سے کیا ایک بہت پرست بر سوس ملک خواب و بوجہ
نہا رہا۔ ایک دن عظمیٰ سے، وہاں تک حقیقی کو پکا رہنما کس غفور الرحیم نے فوراً جواب دیا
”بیک لبیب! بہک میرے بندے میں حاضر ہوں“ فرشتے پہلے ”یا اللہ یہ عظمیٰ سے پکار رہا ہے
اور نہ سے میری خبر ہی نہیں۔“

ارشاد ہوا ”میں برسوں سے منتظر تھا کہ بھی تو یہ مجھے پکارے گا۔ آج پکارا تو ہے۔ چاہے بھروسہ
کری پکارا ہو۔ اگر آج میں بھی جواب نہ دے تو مجھ میں اور اس بہت میں یہ فرق نہ جائے گا۔“
غور فرمائیے جب ایک بے خبر دعا فرماں بندے سے اللہ تعالیٰ یہ معاملہ فرما میں تو اللہ سے
محبت کرے اور سے ہر غلطی و کرے۔ والوں سے رب کریم کس قدر محبت کرتے ہوں گے۔ یہ
اس کے بعد ذرا پھر بھی گنجاؤں ہے کہ ہم اللہ کی محبت پر اوروں کی محبت کو مقدم رکھیں؟ ہرگز نہیں۔

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں: ”جہادانی کے وقت میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کی راہ میں ایک سب اہمال میں محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تیری موت اس حالت میں کہ تیری زبان اللہ کا ذکر کر رہی ہو“ (طبقات ابن ہشام)

ایک موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ سے محبت کی علامت اس کے کہ اسے محبت اللہ سے بغض نہ علامت اس کے کہ اسے بغض ہے۔“

بخاری و مسلم شریف میں حدیث شریف ہے کہ جو شخص ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا اس باتوں کی مثال یہ ہے کہ وہ عمرہ کی پی سی کرے اور وہ کہہ کرے کہ وہ عمرہ کرنے والا عمرہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹو، یہ سنو، ”جاس کر کوہ مہ پکڑو“۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ اہل ذریعہ کی حالت کرتے بھرتے ہیں جہاں کہیں انہیں ذکر کی کوئی جرأت مل جاتی ہے اپنے ساتھیوں کو بدلتے ہیں کہ یہ ہے، وہ چیز جس کی تمہیں تلاش ہے۔ چنانچہ ملائکہ ذکر کی کوئی نہایت دیا تک اپنے پروں سے اچھاپ پڑتے ہیں یہاں تک کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو روانہ کرتا ہوں کہ میں نے اس لوگوں کو بخش دیا ہے پھر اس میں سے ایک فرشتہ ہوتا ہے کہ ملائکہ اہل ذریعہ سے کہیں وہ اپنے کام میں ملے یا نہ ملے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب محض اس لیے کہ میں نے انہیں بخش دیے ہیں کہ انہیں رہ سکنا“ (بخاری شریف)

فقیر یہ کہہ کر الٰہی اللہ سے محبت، قرب، معرفت اور دیدار کا وسیع ہوتا ہے اور دل نور ہوتا ہے، دل کے رنگ کو صاف کرتا ہے، دل سے فکر و غم کا خاتمہ کرنا ہے، دل کے رنگ کو صاف کرتا ہے، دل سے فکر و غم کا خاتمہ کرتا ہے، دل میں اطمینان پیدا کرنا ہے، دل سے دنیا کی محبت نکال کر اللہ کی محبت واضح کرتا ہے

ورد و شرف کی قیمت کا ترجمہ ”جو شخص راہ الٰہی سے قطع نہ کرے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔“

مور و بکا دہ کی قیمت کا ترجمہ ”اگر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے اس نے اس کو اللہ کا

رکھ دیا۔ مگر لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔

حضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہیں علم دے رہا ہوں کہ اللہ کو نجات سے دیا گیا رہا۔ مگر مثال ایسی ہے کہ آدمی کے حلق میں دھنس تیزی سے روا ہو اور وہ آدمی اس سے بچنے کیلئے قلعہ میں پناہ گزیں ہو جائے۔ اس طرح شیطان کے حملے سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ اللہ کا رہنا ہے۔

سہلی شریف میں سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو میں نہیں مگر قیامت کے دن انہیں عار و شہدہ سے پر رشتہ کر دے گا۔ عرض کیا گیا کہ وہ کون ہیں؟ ہم ان سے محبت نہیں؟ فرمایا کہ ایسے لوگ کہ اللہ کے ورثہ ہیں، سے ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں، زمان میں خوبی دیتے۔ یہ نسب کا اشتراک ان کے چہرے پر نمایاں ہو جائے گا۔ وہ نور کے سنہریں پر بیٹھے ہوں گے، جب لوگ خوف زدہ ہوں گے انہیں کون خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے انہیں کوئی غم نہ ہوگا پھر حضور ﷺ نے آیت تلا وع فرمائی۔ **الا ان اولياء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون**۔ حضرت ابی مہاز سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے انہیں جانب میسر ہوں گے۔ منیر نور کے سونگے، اب کے چہرے مسرور ہوں گے، وہ انہیں ہوں گے، شہد ہوں گے، صدیقین۔ عرش پر انہیں حضور ﷺ پیر وہ کوس لوگ ہوں گے؟ آپ نے تمہیں دے فرمایا کہ اللہ کیلئے ہم محبت کرنے والے ہوئے۔

اب تحریریں سورہ حدید کی کتب پر اپنے پیاس کو تم کرنا ہوں۔

ترجمہ ”یہاں والوں کیلئے وقت نہیں آیا کہ اللہ کیلئے حبس کا میں؟“

وما علینا الا البلاغ المبین

حضرت انس بن مالک انصاری خادم رسول اللہ ﷺ

(طالب الہامی) آخری قسط

اپنے شفیق آقا و مولا ﷺ کی مشارقت کے صلہ میں جانکاہ کو حضرت انسؓ سے بیٹے صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے برائے خلافت ہوئے تو حضرت انسؓ نے باقاعدہ رسولؐ کی پیروی کی۔ اس وقت اس کی عمر صرف بیس برس کی تھی لیکن وہ اپنے کو نبی ﷺ کے مسلسل دس سال کے فضل صحبت سے انہیں سوا کوس صلاحیتوں کا مالک بنا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے مشورہ سے انہیں عین کا عامل مقرر فرمایا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ نے عہد صدیق میں مرتدوں کے خلاف بعض معرکوں میں بھی حصہ لیا۔ اس عہد کی سب سے بڑی لڑائی سیدہ کذاب کے خلاف جو کہ عہد ان میں لڑی گئی۔ اس لڑائی میں حضرت انسؓ کے بھائی حضرت براء بن مالک نے عجم و عقبول شجاعت دکھائی۔ قرآن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ بھی اس معرکہ میں موجود تھے۔ حافظ ابن جریرؒ نے ”الاصابہ“ میں حضرت انسؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے اپنے کی جنگ کے دس باغ والوں پر (یعنی عہد اب پر جنہوں سے باغ کی چار بیاری کے اندر موجود رکھے تھے) اس شہر تیر دایں اور بائیں ہاتھ سے یہاں تک کہ باغ کا وردہ کھول دیا۔ اس وقت اس کے جسم پر تیروں اور گولوں کے ۸۰ سے زیادہ زخم تھے۔ انہیں وہاں سے علاج کیلئے اپنے خیمے میں پہنچایا گیا اور اس کی تیماردہی کیلئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس ایک ماہ تک مقرر کیا۔

۱۳۔ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ مسندِ نشینِ خلافت ہوئے تو حضرت انسؓ کو چند مہینوں کے بعد بے تاب کر دیا۔ وہ امیر المومنینؓ سے اجازت سے مدینہ کے میدانِ رزم میں پہنچ گئے اور عہدِ فاروقی کے بہت سے معرکوں میں اپنی سرکردگی کے جوہر دکھائے۔ اس کے ساتھ بھائی حضرت براءؓ، مالکؓ بھی اس معرکوں میں ان کے ساتھ تھے۔

انٹرموہین نے سحر کہ جہنم اور فتح شومستر (سفر) کے سلسلے میں حضرت انسؓ اور حضرت

برائے کارِ خصوصیت سے یہ ہے۔ طبرانی اور حافظ ابن حجر مکیا بن سے حضرت انسؓ بن مالک اور ان کے بھائی برائے بن مالک عراق کے ایک متحریق میں بنی کے ایک قصبے کے محاصرے میں شریک تھے۔ شمس گرم زنجیر میں لوہے کے ٹکڑے لگا کر مسدودوں کی طرف پھینکتے اور جو مسدود قصبے کی دیوار کے قریب ہوتا اس کو پھینچ دیتے تھے۔ ایک موقع پر حضرت انسؓ و پیار کے فریب گئے یا اس پر پتہ سے نہ ہوشی کی تو وہ بھی بڑے کے ٹکڑے میں پھنس گئے۔ دائیں اور چپکھنچ کر رہے تھے کہ حضرت برائے کی نظر پڑ گئی۔ وہ لب راہر گئے اور زنجیر کھینچنے سے حضرت برائے کے ہاتھ کا تھم کو شستہ چل گیا اور وہیں نکل آئے چونکہ حضرت انسؓ وہاں وہاں سے نہیں رہے تھے۔ اس لیے معنوں چوٹ آئی جو حالتِ محالہ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھی۔

معمر کہ شوستہ میں حضرت انسؓ پیدل فوج کے افسر تھے اور حضرت برائے ہمیشہ کے شوستہ کا محاصرہ بہت دن تک جاری رہا۔ وہاں میں ایرانیوں کی مسدودوں سے نئی جھڑپیں ہوئیں جن میں حضرت انسؓ اور حضرت برائے کے کسب شجاعت دکھائی اور ایرانیوں کو ماریا قلعے میں دھکیل دیا۔ اٹنا محاصرہ میں ایک اب حضرت انسؓ، حضرت برائے کے جیسے میں گئے۔ وہ بیٹے کے ساتھ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے۔ حضرت انسؓ نے ان سے فرمایا: اللہ نے پکا پتھر آس عین فرمایا ہے ہواں شعور سے بہتر ہے۔ اس کو کچھ سے پڑھیے۔ انہوں نے اپنی انشاؤں کو تمہیں یہ پڑ ہے کہ انیس میں ہست پر نہ حواس تین حد و قسم ایسا نہ ہوگا میں جب مروں گا میدان میں مروں گا۔ اللہ سے حضرت برائے کی قسم یوں پوری کی کہ وہ اسی معمر کے تئیں ہایت بہاری سے بڑے ہوئے ایرانیوں کے سپہ سالار ہر حرث کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ ہر حال حضرت برائے اور دوسرے صحابہؓ کی سرلریشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانیوں کو ارت اگیز شکست ہوئی اور ہر مزاں اپنے اہل و عیال سمیت مسدودوں کے ہاتھ میں ہو گیا۔ سے اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت موسیٰ اشعرؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اسے حضرت انسؓ کے ہاتھ ہار گاہِ خلافت میں روانہ کر دیا۔ اس سر میں ہر مزاں کی حفاظت کیلئے تئیں موسیٰ اور حضرت انسؓ کی مانتی میں تھے۔ حضرت انسؓ نے ہر مزاں کو بچھا لیا۔ مدت مدید سورہ پانچا دیجا دیا جہاں اس نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت انسؓ میدان جہاد کی شیر نیش تھے بلکہ "مہم علم و فضل کے ماہر تھے۔
بصرہ پہنچنے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے محسوس کیا کہ وہاں کے لوگوں کو فقہ کی تعلیم
کیلئے کچھ معتمدین کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے فسطح و صحرائیں سے ایک جماعت
منتخب کی جس میں حضرت انسؓ بھی شامل تھے۔ پھر انہیں نے نو یا دس اسیاب پر مشتمل اس
جماعت کو ضروری ہدایات دے کر بصرہ روانہ کیا۔ حضرت انسؓ نے بصرہ پہنچ کر یہیں مستقل
اقامت اختیار کر لی اور باقی زندگی کی شہ میں گزاری۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان و ابوبکرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو
حضرت انسؓ شروع سے شیر تک ان کے وفاداری اور مکی خواہ رہے۔ ان کی خلافت کے آخری
دو برس باغیوں نے فتنہ انگیزی کی ابتدا کر دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر کاشانہ
خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ بصرہ میں ان وقت کی اہل علم و فضل حضرت انسؓ، حضرت عمر ابن
الخطیبؓ اور وہاں پر موجود دوسرے صحابہ کرامؓ تھے۔ انہوں نے اہل بصرہ کو امیر
امویہؓ کی اہمیت یاد دلایا کہ یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ منورہ پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ امیر امویہؓ
کی شہادت کا واقعہ پیش کیا۔ اس پر مدینہ منورہ سے آنے والے حضرت علیؓ رحمہ اللہ و چہرے سے مسند
خلافت کو رحمت بخشی۔ اس کی خلافت کی ابتداء ہی میں جنگ جمل کا فتنہ کہہ دیجئے گا۔ اس
کے بعد حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان لڑائیوں کا ایک طوفان بلند شروع ہو گیا۔ اس پر
شعبہ نے ان میں حضرت انسؓ سے کوشہ کشی اختیار کر کے اس کی پوزیشن پر جھگڑے میں حصہ نہیں
لیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد بھی دوسری صد تک حیات رہے لیکن بالعموم کوشہ کشیں ہی رہے۔
امام ذہبیؒ کا یہاں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد میں وہ کچھ عرصہ اہل بصرہ کی اہمیت سرتے
سے عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں جرجہ بن یوسف ثقفیؓ بصرہ کا امیر مقرر ہوا تو اس
نے حضرت انسؓ پر بڑی حق دیکھی۔ انہوں نے انہوں میں سے نہ بھاگے حضرت انسؓ پر پناہ لیں ہو مگر
کی حمایت کرے گا التزام نکالے گا کہ کوئی ان کی نظر میں گراے کیلئے ان کی گردن پر ہر گز دی۔
حضرت انسؓ نے نہایت صبر و تحمل سے یہ سزا برداشت کی لیکن گھر کر خلیفہ عبدالملک کو ایک خط لکھا

موسیقی نے سارے عام مسلمان کو تنگ کر دیا۔ روایت حدیث کے اعتبار سے وہ صحابہ کرامؓ کے طبقہ
 اس میں ہیں اور ان سے ۱۲۸۶ احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے ۸۰ صحیح بخاری میں اور ۲۰ صحیح
 مسلم میں منقول ہیں۔ ۸۰ احادیث متفق علیہ ہیں۔ حضرت انسؓ سے سرچشمہ حجازی سے انسؓ کے
 علاوہ متعدد چیل کبار صحابیؓ سے بھی استنباط کیا:

حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت فاطمہ الزہراءؓ، حضرت رسول
 اللہ ﷺ، حضرت عبدالرحمنؓ، بن حوف، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابی
 بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عیاد بن صامتؓ، حضرت ابوطالبؓ، حضرت عبداللہ بن
 رواحہؓ، حضرت ثابتؓ بن قیسؓ، حضرت مسیحؓ (الدرہ اُم حرامؓ، (حالہ) حضرت اُم الفضلؓ
 (اہل حضرت عیسیٰؑ عم رسول ﷺ)

حضرت انسؓ کے دیوانے علم سے سیراب ہونے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھی۔ چند ممتاز
 طالبہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت فویہ حسن بصریؓ، سیرین تمیمیؓ، ثابت بنانیؓ، قتیبہؓ، ابوقلابہؓ، سعید الطویلؓ، شامہ بنت
 عبداللہ بن انسؓ، اطلق بن ابی طلحہؓ، جعدہؓ، ابوبکر بن عبداللہ عزہؓ، ثنی بن سعیدؓ، محمد بن سیرینؓ، ریحہ
 ابراہیمؓ، سعید بن جبیرؓ، سلمہ بن براءؓ۔

مسند احمدؒ میں ہے کہ حضرت انسؓ بہت حدیث میں بہم بخداد تھے۔ جب حدیث راایت کر
 چلے تو غایت احتیاط رہا، پرکھا کرے تھے۔

او كما قال رسول الله ﷺ (پہنچے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا)

حن حدیث کو سمجھنے میں لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی تھی، حضرت انسؓ انہیں یاد دلا دیتے کہ
 تھے۔ اس کے علاوہ وہ حدیث راایت کرتے وقت وصاحت کر دیتے تھے کہ میں یہ پہلو راست
 رسول اللہ ﷺ سے کہی گئی ہے، صحابہ رسولؓ سے۔

علم حدیث کے علاوہ حضرت انسؓ علم فقہ میں بھی وجہ تبحر رکھتے تھے۔ مختلف دینی مسائل
 کے بارے میں ان کے بے شمار فتاویٰ اور اجتہادات کتابوں میں موجود ہیں جو ان کے فقہ فی

لہذا یہ کاتبینِ نبوت میں۔ وہ اس چند فقہاء صحابہ میں سے تھے جنہیں حضرت عمر فاروقؓ نے اہل بصرہ کو فقہ کی تعلیم دینے کیلئے منتخب فرمایا تھا۔ بصرہ میں حضرت انسؓ کے حلقہ درس کو اس قدر مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی کہ تمام عالم اسلام کے شاہکلیں علم کھنچ کھنچ کر وہاں پہنچنے لگے یہاں تک کہ ایک معطر ورمہ پیشوا جسے بھی طلبہ بصرہؓ کر اس کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت انسؓ نہایت باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ سالہا سال تک لوگوں کو تعلیم دیتے رہے۔ وہ بڑے شیخ مدار میں درس دیا کرتے تھے۔ اگر مجلس درس میں کوئی سوال کرتا تو نہایت جلد و چاشنی سے اس کا جواب دیتے تھے۔ حضرت انسؓ کی ذات گرامی ساٹھ ستر برس تک علم کی جوتے رواں بنی رہی جس سے علم کا ہر جوید پتہ و طرف ہر اس ہوتا رہا۔

حضرت انسؓ کے صحیحہ اخلاق میں حب رسولؐ، اتباع سنت، شغف علم، شجاعت، شوقِ جہاد، ہر با معارف اور حق کوئی سب سے نمایاں اہمیت ہیں۔ حضرت انسؓ نے ہوش و خیال نکھیں سولیں تو اپنے گھرا لے پر شہ و دن ہی سے اسلام کو پرتو لگس دیکھ۔ ان کی والدہ ام سلمہؓ، سوتیلہ والد حضرت ابو طلحہؓ، چچا حضرت انسؓ بن صر، بھائی حضرت زبائونؓ، خال حضرت ام حرمؓ اور ماہوس حضرت حرامؓ محاسن سخی حضور سرور عالم ﷺ کے نہایت مخلص شیدائی تھے۔ حدیث میں ہر وقت راستہ رسالت ﷺ اور آپؐ کی وصات کا پتہ چاہتا رہتا تھا۔ ان کی پابندی، حول نے کس انسؓ کے دل میں حضور پر نور ﷺ کی محبت کا جگہ بویا۔ اس کے حوالہ کو تسلسل میں ہم تک رحمت و احسان ﷺ کی خدمت کرے فی سعادت نصیب ہوئی۔ اس دوران میں اس کو حضور ﷺ کے بہت سی اخلاق عالی نے اثر متاثر کیا کہ وہ اپنے شفیق ام کلثومؓ کے عاشق صادق بن گئے۔ اسوہ سے خلوت، جلالت، سفر و حضر، برہم، مردم ہر حالت میں حضور ﷺ کی سنت ہی اور روح و شوق سے خدمت کی۔ ”سب ﷺ بیٹھتے تھے خوش رہے حضور ﷺ سے اصال فرمایا تو حضرت انسؓ نے یہاں تک ہر گئی لیکن اپنے ”قائمی“ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے تیز فزوں کے بجائے صبر سے کام لیا اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کی تعلیمات اور ارشاد و انتہا تک پہنچنے کیلئے وقف کر دیا۔ تاہم رحمت عالم ﷺ کی ودائن کو ہر وقت تزییناتی جوتی تھی ان کی کوئی

مجلس میں بھی جس میں حضور ﷺ کا ذکر نہ ہو۔ عہد رسات کا کوئی واقعہ کسی سے سنتے یا خود بیان کرتے تو ہم نکلیں مہو جائیں اور شدت ناثر سے "اگر پھر جاتی۔ لئی و قہر یہ ہوتا کہ اپنے آپ پہ نکل قابو نہ رہتا درخت پہ چینی کے عالم میں مجلس سے اٹھ کر رہتے۔ جب تک عمر پہنچ کر تھکات ہوئی نہ یہ بت نہ کرینے فل نہ پڑتی تھی ایک دن سر، یا عاصمہؓ کا جلیہ میں رہتے تھے میں سے کبھی کوئی ریشم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے زیا وہ نہ نہیں چھوڑا۔ رز کوئی خوشبو حضور ﷺ کے بس مہرک سے زیا وہ خوشبو دار نہ تھی۔۔۔" اسی طرح بیان کرے مرنے فرط محبت سے مٹے ہر قرار ہوئے کہ گریہ طاری ہو گیا اور ہاں پر بھٹیا رہا الفاظ آگئے۔

"قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی رہا رست نصیب ہوگی و عرض رہا گا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا وہی غلام اس حاضر ہے۔"

حضور ﷺ سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا یہ اثر تھا کہ انہیں مشخ اب میں سدا لا ما ﷺ کی نیا رست نصیب ہوتی۔

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ ان کو یا کی ہر شے سے محبوب تر تھے۔ صحیح بخاری میں خود اس روایت سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ تھیں ہاتھیں ایسی ہیں جو کسی شخص میں پائی جائیں تو کوئی اس نے ایمان کی حد سے پائی۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو ساری دنیا سے زیا وہ عزیز تر ہے۔ ہر مہرے یہ کہ جس سے محبت رسول اللہ ﷺ خاطر کرے۔ تیسرے یہ کہ مسلمان نے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانے کو ایسا ہی پست کرے جیسے نہ گم میں پڑ جانے کو پست مانتا ہے۔

ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، تیا مت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کیسے کیا مہاں مہیا یہ ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ، میں اللہ اور اللہ کے رسول کو محبوب و مقرب ہوں۔ آپ نے فرمایا، میں جس سے محبت رکھنے ہواں کے ساتھ تمہارا حشر ہو گا۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر ہم نہ سوچ سکتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری بات سے انہیں موتی۔ مجھے امید ہے کہ نبی ﷺ اور حضرت ابو کرہ عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کے باعث اس کے ساتھ رہوں گا۔ لکھ میرے عمل ان جیسے نہیں ہیں۔

اپنی اولاد اور عامۃ انساں کی تربیت کیلئے حضور ﷺ کے اطلاقِ عاں کا ذکر بڑے لطیف و انبساط سے کیا کرتے تھے اس سلسلے میں ان سے مروی چند احادیث ملاحظہ کیجئے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگا ا۔ اگر آپ کو پسند نہ ہوتا تو تناول فرمایئے اگر ناپسند ہوتا تو چھوڑ دیئے (صحیح بخاری)

☆ رسول اللہ ﷺ نے جب کبھی کسی شخص نے کوئی چیز مانگی آپ نے سے وہ چیز دے دی۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ آپ نے ایک وہی میں چھتی (اپنی تمام) کمریاں اسے عطا کر دیں۔ وہ شخص اپنی قوم میں واپس جا کر کہنے لگا۔ محمد ﷺ تو ایسے شخص کی طرف دیتے ہیں جس کو فلاں اور چھتاہی کا ذکر ہی نہ ہو۔ یہ شخص دفعہ کوئی شخص محض مال حاصل کرے کیلئے مسکرات ہوتا لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اسلام اس کو دینا مافیہ سے چلا آسوجاتا۔ (صحیح مسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ جب وہ کوئی نفعہ بھی کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جب پانی کا گھونٹ پئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔ (صحیح مسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشائش ہو اور اس کے عمر نے کے بعد اس کا رزق باقی رہے تو چاہیے کہ شتر و اداں سے حق سہاک کرے۔ (صحیح بخاری)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص مہس نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہ کچھ پسند نہ کرے جو کہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری)

☆ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جیسا جب وہ اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کرے۔ یہ بات تیرے اور میرے گھر والوں کیلئے برکت کا باعث ہوگی۔ (ترمذی شریف)

☆ رسول اللہ ﷺ کو کچھ بچوں کے پاس سے گزرے آپ نے ان کو سلام کیا۔ حضور ﷺ کی یہی عادت رہی تھی۔ (صحیح بخاری)

☆ مدینہ یونٹریوں میں سے کوئی لونڈی رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک پکڑتی اور پھر

ایک ضرورت عرض رہے کیسے جہاں مرضی ہوتی حضور ﷺ کو ملے جاتی۔ (صحیح بخاری)

۵۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب آپ اپنے بستر پر جاتے تو یوں دعا فرماتے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس سے میں بھلا اور بچاؤ اور ہمارے صرور و شرف پوری کیں اور ہم کو آرام کرنے کی جگہ دیں۔ اے لوگ! ایسے میں کہ جن کی ضرورت پوری ہوئی نہ ان کو آرام کرنے کی جگہ ملی۔ (صحیح مسلم)

۶۔ یہ عادت ﷺ کی حیات طیبہ ہر وقت حضرت انسؓ کے پیش نظر رہتی تھی۔ اس لئے اپنے ہر کام میں حضور ﷺ کی متابعت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ عبادات، ہوس، ہر معاشرت وہ ہر بات میں حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے تھے۔ نماز میں شروع حضور کا یہ عالم ہوتا تھا کہ دنیا، مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ نے انہیں ماری پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں نے ابن ام سلمہؓ (انسؓ) سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مشاہدہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت انسؓ کا جذبہ انبیاء سنت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ کبھی کوئی کام رسول اکرم ﷺ کو ایک دفعہ بھی کرتے دیکھا تو اس کی بھی تقلید کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے دیکھا تھا کہ حضور نے بچوں کو سلام کر کے میں بیعت فرمائی۔ اس سے حد، دوسری عمر حتیٰ کہ اہم میری میں بھی بچوں کو سلام کرنے میں بیعت کرتے رہے۔

ایک مرتبہ سفر میں نماز کا وقت آگیا۔ انہوں نے اونٹ کی پیٹھ پر لی نماز پڑھ لی۔ ایش قبیلہ رنج نہ تھا، اٹھانہ نے اس پر حیرت کا اظہار کیا تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دفعہ اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

ایک دفعہ ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھا رہے تھے کسی کو ہاتھ مارا، ڈھکھا تھا۔ امرا بن ربیعہؓ نے انہیں اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو بہت حیران ہوئے۔ جب حضرت انسؓ نماز پڑھ چکے تو امرا بن ربیعہؓ سے پوچھا، آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں؟ فرمایا ہاں میں نے حضور ﷺ کو بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا (مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضور ﷺ نے سب سے

”شری نہ، جو حضرت ابو ترصہ بنی کے پیچھے پریشی تھی انہی کیڑے میں داخل ہو گئی تھی۔“
حضرت انسؓ کو تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ نہ صرف فیضانِ نبوی سے مسلسل اس میں تک
دیہ راست ہر دیوبہہ ہوتے رہے بلکہ بارہا سے بھی تقدیر کا شکار ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو
کہ علم و فضل کا ”جمع احمرین“ بن گئے پھر اس علم کو اپنے تک محدود نہ رکھ بلکہ ساری عمر اس کی
اشاعت کرتے رہے۔

شجاعت و بہادری میں بھی حضرت انسؓ جو اہل انصار میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔
نہایت مہاجر حیرانہ اور اعلیٰ درجے کے شہسوار تھے۔ کھڑو دوڑ کے مقابلوں میں بہت اچھی پتے
تھے۔ بچپن میں اس قدر تیز داڑھتے تھے کہ ایک دفعہ جنگی فریادوں کا عقبہ رکے سے پکڑ پا
حال نہا۔ اس طرح ہم عمر بچوں کے ساتھ لڑے۔ حضرت انسؓ نے بچپن کو اپنی تعلیم کے علاوہ تیر
اندازی بھی سکھایا کرتے تھے اگر سناٹا نہ ہو کہ چاکو خود یہ ناک رشتہ نہ لگاتے کہ تیر اپنے
ہاتھ پر جا لگتا۔ چہ دکان قدر شوق تھا کہ باوجود نومرہ ہونے کے عہدِ رسالت کے نوغزوہات میں
شریک ہوئے اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد مہد فاروقی کے بہت سے معرکوں میں اپنی تلوار
کے جوہر دکھائے۔ امر با معروف اور نہی کوہنی کے معاملے میں حضرت انسؓ کو نہ لومۃ لا یتھم کی
پاداشی اور نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی۔ نہ ان کا غلط کام سے ٹوکے میں باک تھا اور نہ حق بات
سے صبر نہ تھے۔ ایک مرتبہ معصوب بن زبیرؓ نے اپنی امارت بصرہ کے زمانے میں شہر کے ایک
معزز انصاری کو سازش کے شبہ میں گرفتار کر لیا۔ حضرت انسؓ کو غم ہوا تو فوراً دارالامارت شریف
لے گئے۔ معصوبؓ امارت پر بیٹھے تھے۔ حضرت انسؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: رسول اللہ
ﷺ سے امر اور حکام کو وصیت فرمائی ہے کہ انصار سے حاملِ رعایت نہ جائے، اس کے اچھوتوں
سے اچھے سلوک کیا جائے اور جو بے دین اب کے معاملہ میں چشم پوشی اور درگزر سے کام نہ
جائے۔

معصوبؓ سے ”حامل رسول اللہ“ سے یہ حدیث سن کر اپنا رخسار فرشتوں پر رکھ دیا
اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہم آنکھوں پر، میں ان کو رہا کرتا ہوں۔

حضرت انسؓ ایک مرتبہ اموی حکومت کے ایک مہر حکم بن ایوب کے مکان پر تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ لوگ ایک مرغل کے پاؤں ہاندھ کر اس پر نشانہ لگا رہے ہیں۔ جب میر گمنا تو وہ پھر پھڑا اے لگتی۔ حضرت انسؓ غصے سے بہنا ب ہوئے اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایسی حرکت منع فرمائی ہے۔ یہ بون جانور ہے۔ کے معنی میں خدا سے ڈرو۔

جب بن ہوسف ثقفی کے بیٹے نے ایک مرتبہ قاضی ہمدانی کو اپنی خواہش دی۔ چنانچہ اس کو اس عہد پر مامور مہاجر ہوا تھا کہ حضرت انسؓ کو خبر ہوگئی وہ چنانچہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا جو شخص تمہارا راستہ کی خواہش کرے، رسول اللہ ﷺ نے اس عہد پر یہ شخص کے تفریق کی ممانعت فرمائی ہے۔

کر بد کے واقعہ کے بعد حضرت امام حسینؑ کا ہر اقدس عراق کے کور رعبید اللہ بن ربیعہ کے سامنے لایا گیا تو اس موقع پر حضرت انسؓ بھی وہاں میں موجود تھے۔ عید اللہ نے اپنے ہاتھوں چھڑی سیدنا حسینؑ کے چشم مبارک پر، آئے ہوئے آپؑ کے حدو خال کے بارے میں رعبید اللہ کا استعمال کیے۔ حضرت انسؓ کا چہرہ ہر رک غصے سے سرخ ہو گیا اور انہوں نے فرمایا: 'جائے ہو یہ (سیدنا حسینؑ کا) چہرہ رسول اللہ ﷺ کے رونے اور سے مشابہ ہے۔'

ایک مرتبہ عید اللہ ملک اموی نے حضرت انسؓ کو نصاریٰ ایک جمعیت کے ہمراہ دمشق بلایا۔ وہاں سے واپسی کے سر میں فی الناق کے مقام پر عصر کا وقت آیا تو حضرت انسؓ نے رکعت نماز پڑھا کر اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھیوں نے چار رکعتیں پوری نہیں۔ حضرت انسؓ کو معلوم ہوا تو وہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رعایت سے قادمہ نہیں اٹھاتے۔ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: نہ زمانہ سے والا ہے جب لوگ وہیں میں ہوں کی کھال نکالیں گے لیکن حقیقت میں وہ وہیں کی روح سے نا آشنا ہوں گے۔

حضرت عمرؓ بن عبد العزیز پر ہے ایم ٹیہزادگی میں اموی حکومت کی طرف سے مدینہ منورہ کے کورز مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں حضرت انسؓ کا قیام بھی مدینہ منورہ میں تھا۔

حضرت عمرؓ بن عبد العزیز سے شادی خانہ ان میں پرویش پائی تھی اور وہی مسائل سے کچھ رہا وہ اقلیت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں کو نماز پر سنا جانے وقت کوئی نہ کوئی غلطی ہو جاتی تھی۔ حضرت انسؓ ان کو ہمیشہ ڈک دیتے تھے۔ سب کی پارہاں رک رک ٹوک سے حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کی طبیعت میں ٹکد پیدا ہوا ایک دن حضرت انسؓ سے کہا۔ یہ آپ میرے پیچھے کیوں پڑے رہتے ہیں اور میری مخالفت پر ہر وقت کمر بستہ رہنے کا یہ سبب ہے۔

حضرت انسؓ نے فرمایا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو جس طرح دیکھا ہے وہی ہے۔ اگر آپ بھی اسی طرح نماز پڑھا میں تو مجھ سے یہ وہ کوئی خوش نہ ہو گا۔ رہے پھر میں آپ کے ساتھ پڑھتا ہی ترک کر دوں گا۔“

حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نہایت ہیبا تھا وہ اس مسجد انحضرت تھے۔ حضرت انسؓ کے ارشاد سے بہت متاثر ہوئے اور اس سے درخواست کی کہ آپ مجھے روزانہ کی تعلیم دیں۔ ان کو یہ خبر ہو سکتا تھا کہ راجا کی بھری اور تھوڑی سی مدت میں حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کو روزانہ شریعت سے واقف کر دیں۔ اب وہ ایسی مستقل نماز پڑھانے لگے کہ خود حضرت انسؓ نے یہ یہ الفاظ اس کا اعتراف کیا کہ اب اس کو جو اس کی نماز خصوصاً ربیعہ کے نماز کے میں مشابہ ہے۔

ایک مرتبہ عبید اللہ بن ربیعہ ان عراقی شخص میں خوش کلام اور آبا تو اس نے اس کے جود میں شہ کا اظہار کیا۔ حضرت انسؓ کو اس کی خبر ہوئی تو بے چین ہو گئے۔ اٹھ کر سیدھے عبید اللہ کے دربار میں گئے اور اس کو خوش کلام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے آگاہ کیا۔ جب تک وہ قائل نہ ہو گیا! اپنی شریف نہ لائے۔

حضرت انسؓ کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے نہایت پاکیزہ نیرت سے نوازا تھا اسی طرح اس کو نہایت انگشت اور پائیزہ صورت بھی عطا کی تھی۔ بہت خوبصورت اور سادہ مہم تھے چہرے پر نور نہ تھا تھا۔ مزاج میں بڑی نرمی اور پائیزگی تھی۔ بولوں میں ہندی رنگا رہتے تھے اور خوشبو و ر چیزوں کو بہت پسند کرنے تھے۔ خلوک نام کی ایک خوشبو جس کی زبوی سے چمب پیدا ہوتی تھی۔ اس قدر مرغوب تھی کہ اکثر اپنے ہاتھوں میں ملا کرتے تھے۔ بڑھاپے میں دانت چلنے لگے تو ان کو

سولے کے ناموں سے کسویا۔ انگوٹھی پہنتے تھے اور صاف تھرا عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اس معاملے میں ان کے پیش نظر یہ حدیث ہوتی تھی کہ اللہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازے تو ایسا لباس پہنؤ جس سے نعمت کا اظہار ہو۔ کھلی آپ دہوا بہت پسند تھی۔ اس لئے لہرہ کے نواح میں تھک کے دیہاتی مقام پر ایک عالی شان وسیع مکاں بواپ تھا اور اسی میں مستقل حکومت اٹھیا اور وہی تھی۔ یہیں ایک ہاشم سے شوق سے لکھا جس میں پھندار پورے اور یہ قول لکھا ہے تھے۔ یہی باغ سال میں دو بار پھلتا تھا اور اس میں چھوٹوں کی ایک بڑی قسم بھی جو شکر کی طرح مہکتی تھی۔

بہایت خوش خوراک تھے و ستر خواں پر اکثر چپاں و روشت ہوتا تھا۔ کبھی کبھی گوشت میں زکامی بھی ہوتی تھی۔ لون کا موسم ہوتا اور اکثر گوشت کے ساتھ کئی پکوانے کیونکہ ان کے آقا ﷺ بہت مرغوب تھی۔ بہایت عیاض و کریم انفس تھے۔ کھانے کے وقت چہنہ شکر ہر سوچ دہوتے ان کو باصرار اٹھانے میں شریک نہ رہتے تھے۔

صبح کا اذان ۱۵۳۳ بعض اوقات اس سے چند زیادہ چھوڑ دیا پر مشتمل ہوتا۔ پالی پیتے تو اسے تیل مقفوں میں ختم کرتے۔

گفتگو بہت صاف اور چچی تلی ہوتی بالعموم ہر جہدوں میں ہار نکرا دیتے۔ منہ حمد میں ہے کہ کسی کے مٹانے پر شریک لے جاتے تو تیس یا ما درجے کی اجازت طلب کرتے۔

بعد مددیا را در طہارینہ تھے اگرچہ نہایت بلند مرتبہ صحابی تھے۔ انچے رجب کے رشتہ اور صاحب علم و فضل بھی تھے کہیں کو مہماناس سے ہر جگہ اور مفت بی کی پتکلی سے ملتے تھے۔ ان کو فرماتے نہ ہم بیٹھے ہوتے اور رسول اللہ ﷺ کو شریف لاتے تو ہم میں سے کوئی تعلیم کیلئے کھڑا نہ ہوتا نہ یہ اس لئے کہ حضور ﷺ ایسے تکلفات کو پسند فرماتے تھے۔ رند آپ سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہ تھا غرض حضرت اس کو کوا کوں اور صاف امی سن کا ایک پیڑ جمیل تھے۔ انہوں نے اپنی سرسادر بردار کے جو عیش و شہمتا رنج پر مرسم کیے اور وہ سب بھی ہمارے لئے مشعل ادا ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سفر نامہ کروایشیا (۲۴ فروری)

طارق محمود

الوداعی ظہرانہ

یہاں آئے کے بعد شروع میں سنتے رہے کہ ایک Working Lunch رکھا جائے گا گوشت کو آرائش اور سپر اور رکے ساتھ لیکن ہمارے بچے سمیرہ اس شہید اس روایت حیدر حسینہ وقت کا ہے کہ اپنی تہجیات میں شامل نہ کر سکے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو ہماری طرف سے جوابی میٹنگ بھی ہوتی اور کچھ رہنمائی حضرات سے بھی بڑھتا تسلی ہوتی ہوتے ہوتے یہ Lunch راوداعی ظہرانہ گیا۔

رونگی سے ہفتہ بھر پہلے ہمیں دعوت دی تھی۔ ظہرانے میں ڈاکٹر نیند نامہ جن داور سٹو شامل تھے تمام اس دعوت کا مرکز شہر سے ذرا اونچے چائے سٹو کے نماز میں رکھا گیا تھا موسم بھی صحت سے بہت شاد رہا ہوپ کے ہوجو بند کی درختوں کے باغ اس حد تک کی سب و ہوا نہایت صاف و لطیف تھی۔ کھانے کے لوازمات کیے بعد دیگرے آتے رہے۔ پچھلے دو روز شہر بہت کا پھر کچھ ناراحت، اسکے بعد دوست سب اور ٹرکی پھر سوچنے میں اور شہر میں کافی۔ محفل تقریبات میں گھٹے جاری رہی۔ مختلف موضوعات چلتے رہے۔ میں نے ذرا وداعی پیدا کرنے کو اپنے مخصوص نوعیت کے سوال شروع کئے۔

ہات شادی کے رسم و رواج کیا ہو رہی تھی کہ یہاں شادی سے پہلے ایک Beacklons Evening منائی جاتی ہے جس میں دولہا کے دوست مل کر اس کے ساتھ خوب شغل کرتے ہیں اور یہ اظہار اس بات کا ہوتا ہے کہ اب اس بولہ سب کو یہ Freedom مل سکے گی۔ قیہ زندگی میں۔

شادی پہلے وہ طریقے رائج ہیں۔ ایک چہچہ کے دو بچے اور ایک بچہ سہل ادارے میں۔ چہچہ کے دو بچے شادی سے پہلے چہچہ سے رکن تعلق ہونا ضروری ہے لکن ایک قباحت اس میں یہ ہے کہ اس میں طلاق نہیں مشکل امر ہے۔ اس کے لئے پوپ کے ہتھ سے تم کو نیا۔ اس پر اجازت ملتا ہے۔ ہتھ شادی میں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔

اب میں نے سوال داغا۔ جب آپ لوگ شادی کے خیر بھی اٹھتے دے سکتے ہیں تو پھر اس

بندھن کی پیمائش کی ہے؟ یہ شادی ہو تو طلاق کی فوریت آئے اور اگر ساری زندگی اٹھنے گزر جائے تو کیا برج ہے؟ اس کا عمومی جواب یہی تھا کہ یہ مطالبہ عموماً عورت کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہاں میں تحفظ محض رہتی ہے اگرچہ مردوں کی زیادہ خواہش نہیں ہوتی۔
یہ بھی معصوم ہوا مردوں کو فریق بننے اپنے اگلا شے کو سلا اس کے نصف، نصف کے مالک بن جاتے ہیں اور یہی بڑی وجہ اس "اتھان اقدام" کی نظر آتی ہے خصوصاً عورت کے مطالبے کے پیچھے۔

یہ بھی بتا دیتا کہ صرف یہ مسئلہ کرنا ہی کافی ہوا نہ کہ وہ فوٹو سٹیمپ رہے ہیں اور یہ دونوں کو مساوی حقوق دینے کیلئے کافی ہوگا اس سے اب بہت سے لوگ اس بندھن سے آزاد رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ اب میں نے موضوع کو عقائد کی طرف مورا کہ یہاں کی سوسائٹی پر چھٹا کا پتہ مل رہا ہے تو ڈاکٹر نیو لے و صاحب کی میونسٹیٹو فوجیوں اور سرکاری ملازمین کو تہہ چالنے کی اجازت دینے سے گذشتہ ایک دو دہائیوں میں ڈک چھٹے سے دور ہونے چلے گئے۔ لیکن اب پھر اس کا رجوع خدا کی طرف ہوا رہا ہے۔

مسئلہ کا تہہ چھٹا مذہب و تہذیب سے زیادہ ہے اس لئے اسے کسی سوال کا جواب دینے سے کوئی تھک نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر نیو لے و صاحب کی رائے کے عیسائی ہیں۔

اور کے بقول پائیل کی توصیف و تہذیب کے مطابق عورت کو سامنے رکھ کر کی جاتی رہی ہیں اس نے یہ تحریف کے کڑمرے میں لکس آئیں کیونکہ پائیل نے تمثیلوں کے ذریعے بات پہنچائی ہے اور حالات میں تبدیلی کے ساتھ علوئے نظر میں لے لیا جاتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ یہ رائج الوقت اعتقاد و عمل پائیل کو بھی acceptable ہے اور یہ یہ Religion by birth اور Closed book belief چھٹا رہنمائی رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر نیو لے و صاحب کا یہ سوال تو سیدھا ہے لیکن جواب اس کا آسان نہیں ہے۔ ہماری معلومات بھی اس مسئلے میں بہت کم ہیں اگرچہ میں چاہوں تو ایک نشست ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ترتیب دی جاے جو مدت و دراز سے یہاں مقیم ہے اور مقامی رسم و رواج سے بھی بخوبی آشنا ہے۔
اسی دوران ڈاکٹر نیو لے و صاحب نے اس کو فون کیا کہ اگلے دن ملاقات ملے پڑ گئی۔

(ڈاکٹر صاحب کا غلامانہ تعارف لال غلام صاحب لے کر آکر کھڑا تھا اگرچہ ملاقات اس سے "شرعی جہد پر مبنی ہوئی")

زیگرب میں آخری کھانا (The Last Supper)

حضرت یحییٰ نے مصوبہ ہونے سے پہلے اپنے حواریوں کے ساتھ جو کھانا کھایا تھا۔ اسکو The Last Supper کا نام دیا جاتا ہے۔ ہم سے بھی زیگرب میں The Last Lunch کا اہتمام کیا جس میں ٹیلیٹ کے کٹس کو نے میں اشتیاق اور حادید تھے۔ کھانے کا جزو عظیم جھوٹا ہی تھا اگرچہ حال تھا۔ بچہ نہ تھا۔ اپارٹمنٹ کے مالک کی تدبیر بھی کھانا ختم ہونے تک ہو گئی اس سے معاملات بغیر دشواری انجام پھرے۔

سفر واپسی

ہمیں ایئر پورٹ سے جانے سے پہلے صاحب ذہن پھر ڈیڑھ گھنٹے آگئے۔ صاحب کو لوہاں کہا اور عارم ایئر پورٹ ہوئے نصرت فتح علی کی عاری میں سنی ہوئی توانائی کا ٹوب میں گونج رہی تھی۔

بھئی ہوں شمع کا جواں ہوں اور اپنے مرتد کو چارہ ہوں

چاہے اس خطبہ اور انیسٹ سے بھر پور قیام کے تحتے کا دل اس خوشی پر نہ لب رہا تھا جو اسے طویل قیام کے بعد گھر جاتے ہوئے سونا چاہیے تھی۔ بچہ اسکی واضح ہے کہ وہاں صرف ہر ہی شخص سے بلکہ ہر تمام حاجی اور مشرقی قیام میں بھی استقبال کریں جن کا نقطہ آغاز سہام کا دایر پورٹ کی اشتیاق اور بد نظمی ہوگا۔

معمول زندگی میں جب بچے والی کو وقت اس پر مستزاد ہوگی۔ موسم بھی بدتریں کیفیت میں داخل ہو چکا گا۔ غیرہ غیرہ

زیگرب ایئر پورٹ

یہاں کا ایئر پورٹ کچھ ایسا متاثر کن نہیں ہے۔ Check in کا انتظار اور جھہ بھی ایئر کنڈیشنر نہ ہونے کی وجہ سے ماحول مجھ Uncomfortable سا تھا۔ صبح سے ہاؤس اور پارک کا سلسلہ جاری تھا۔ تیس روٹنگی کے وقت جس سہمیں ہو رہا تھا۔ آنے والے دنوں میں ایسی موسم منہ قلع تھا

میں سے کہ جن کو کہا کہ یہاں کسی قسم کا مسئلہ متوقع نہیں ہے لہذا وہ پناہ دہ کرے۔ اپنا موبائل نمبر دے رہا تھا چلا جائے۔ اس سے اس پیشکش کو بلا تا مل قبول کیا اور یہ تمنوں کے دبی اظہار کے بعد روانہ ہوا۔

ایئر پورٹ آتے ہوئے ہائیڈرو سوالوں کے کارڈوں میں نے سرجن پڑی چلائے۔ اس کے تین بیٹے ہیں اور ابھی دس بارہ سال سے کم عمر کے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ جو نمونہ کے کارڈ کیا بات گئے تھیں؟ اور وہی کہتے رہتے ہیں ان کے ماں باپ اس سے تنگ نہیں پڑتے؟ کہنے لگا مشترک ہوتے ہیں لکس یا کر سکتے ہیں؟ بھول اس کے یہ نائنٹ کلب وغیرہ اس کے پاس ہیں میں یوں نہ تھے۔ اس کے اوقات رہتے گیارہ بجے تک محدود تھے۔ لکس بوضوح 4 بجے تک کھلے رہتے ہیں۔

پوچھا کہ تمہارا بیٹا اگر رات گئے گھر آئے تو کیا محسوس کرو گے؟ سہ رگام میں کیا کر سوس گا؟ میں وہاں دو پر تیار رہوں اس صورت حال میں اس نے لپٹے پڑے بھائی کے وارے میں بتایا جسکو اپنے بیٹے کو اپنے بیٹے رات میں ننگا چھپاتا ہے۔ جب دور دور پر گئے ہو کہ اس کے بعد تھے اس کیلک برائپورٹ اتنی عام نہیں ہے

میں نے تھرا کہا کہ محبت بات سے تم سے مائنٹ لفٹ ٹوٹو Enjoy نہیں کی لیکن اسکو بھگتتے پوچھا رہو۔

دوسری ایئر پورٹ

نہ گرب سے دیکھا اور دیکھا سے وہی تک اسٹریٹ ایئر لائن سے سر کیا اب واسطہ پڑنا تھا یہاں سے (PIA) پروڈنگ کارڈ دیکھا اب بھی زیگرب میں دے دیا گیا تھا۔ سماں اسلام آباد تک چک کر دیا تھا۔

وہی ایر پورٹ پر ہدایت ملی کہ ڈانسٹر ایک پر رپورٹ کریں وہ مسافر جنگی Connected flight سے ٹرانسفر ایک سے گھرے ہوئے کوئی Direction نہ دیکھی لہذا ایک کمپیوٹر پر اپنی فائٹ کا نمبر "رگیت نمبر" کچھ اس گیت پہنچے جہاں PIA کے Sign نظر آئے۔ میں نے قطار کی حواالت دیکھتے ہوئے اشتیاق سے کہا کہ کیوں نہ ایک چنر Free Duty ٹاپس کالگا اس اتنی ویرس اسٹل کم ہو جائے گا

میں جیکے فلائٹ کا وقت تھا۔ کم سواں کے کاؤنٹر پر آئے۔ تو سواں ہوا کہ پروڈنگ کارڈ "ہم نے کہا کہ یہ کہاں سے ہیں گئے؟ جو بدل نہ بیٹو ٹرانسفر ایک سے ملنا تھے اور اب تو فلائٹ میں ایک گھنٹہ باقی ہونے کی وجہ سے پروڈنگ مد ہو چکی اور آپ کی ٹکٹیں Cancel ہیں۔ یہ ماہر پوچھے نہیں نہ دیکھا تھا کہ بار مسر کیا تھا گھنٹہ پہلے بھی پہنچ کر پروڈنگ کارڈ لینے کوئی مسئلہ پیش نہ

کیا۔ عرض کیا کہ پورے ملک کا ڈائریکٹریٹ کوئی رہنمائی نہ کی گئی۔ کہا کہ یہ پوچھ بیچا ہے تو۔ ڈائریکٹر
ایک پر Counter لگے ہوئے ہیں Checkin کیلئے بتایا کہ وہاں PIA کا کاؤنٹر تو فحشی
نہیں ہوا یہاں کے تھے۔ جواب دیا کہ نہ تو یہ بھی پوچھ بیٹے۔ یعنی ہر حال میں غلطی ہماری ہی
تھی۔ میں انتظار کرنے کا کہہ کر وہ درمیان میں اٹھ گئے۔
فحشی بے قاعدگی اور کمراس کاؤنٹر پر نہ لکھی، کبھی میں لائق میسر میں اس کا عطر عطر بھی
نہیں بیٹھا۔

صاف نظر رہا تھا کہ میں طفل تسلی کی گئی سے اور ٹارگٹ کا نام گذارے کا انتظار کر رہا تھا
ہے اور ایسا ہی ہوا تھا کہ میں جیسے یہ مڑ دسنا گیا کہ آپ اب آگلی فلائٹ میں بیٹے پر ویشن کر انیس ہو
صبح 9 بجے ملن ہوگی۔ فائر حصے کے اوقات تک۔

ڈائریکٹر ایک پر ویا رہ گئے تو وہ کاؤنٹر پر ویاڑیاں بیٹھی تھیں۔ ہم دونوں نے ایک ایک
سدا بیٹھا کیا۔ میں نے کہا کہ ٹارگٹ تو جا چکی لیکن حد را پتہ بنا دیا جائے کہ ہم نے یہ غلطی ہو کر کی؟
میں کیسے علم ہوتا کہ کس کاؤنٹر پر چنا ہے؟

کہنے لگی، ہر تمام سب پر لکھا ہو ہے کہ All flight will be checkin n
here۔ میں نے کہا کہ تقریباً تمام سکریں پر لکھا تھا سب سے تھے ایسی کوئی بدیت ہم نے نہ کی تھی
تھی۔ پولی کی غلطی کی تھی ہے۔ ورنہ بدیت تو واضح طور پر بھی موبی سے اس پیچھے جٹ تمام
سکریں ہو، ایک مبیہ Statement کہیں نظر نہ آتی۔ پھر اس ترش مزاج لڑکی سے کہا کہ
یہاں تو کوئی ایسی بات نہیں لکھی ہوئی۔ فحشی سے ہوئی کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں۔ ڈائریکٹر سے
بیٹھیں سب جگہ لکھا ہو ہے۔ دوبارہ کافی دیر لکھنے پر بھی یہ الفاظ نہ نظر آئے تو میں نے ہمارا
کہ تم خود باہر نکل کر تھوڑا یہاں لکھا ہوا ہے؟

اتنی دیر میں اشتیاق کو اس قدر فحشی مصروفیت پر ترس آچکا تھا اور اس نے نامناسب انداز میں
اس سے پہلے بیٹے ہوئے انداز غلط کی کہ کہیں اس بیچاری کو Pressun سے کر رہے ہیں۔ مصمم
کی پچی سے میں نے اس غیر محقول Interruption کی وجہ سے بات ختم کر دی اور آئندہ
کے اگلے عمل پر غور شروع کیا۔

وہی میں قیام کی خواہش تو بہت تھی اور ساتھ ٹکٹ میں بطور خاص اس کا اہتمام بھی کیا تھا

لیکن Extens on فی بجہ سے، ڈنکٹ کیسل ہوا یہ ایک ہی کا قیام، یعنی بھی۔ اس بات کا تذکرہ بھی مزید اشتیاق سے ہوا لیکن رٹ میں رہ رہ کر کو مناسب نہ سمجھ کر اس خواہش کو تیز چھوڑ دیا گیا۔

اب اس جبری قیام کے بارے میں ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا تو ساری کوفتہ راحت میں بدل گئی یہ سوچ کر کہ وہی کا قیام تو خود تمہاری خواہش تھی جو یوں پوری کر دی گئی۔ اس کے بعد وہ ہر کوئی طریقہ بھی نہ تھا۔

لیکن بلائی ایر پورٹ پر 38 گھنٹے گزارنا راحت نہیں بلکہ ایک عذاب محسوس ہو رہا تھا۔ قیام کریشیا میں پوری سوئے لی تمام چھوٹی بڑی خواہشوں فی وجہ سے مجھے گناہ ہو رہا تھا کہ کیا شری خواہش اس 4 ماہ کے قیام میں بھی پھر پوری ہوئی تھی۔ یہ خوش فہمی سے مجھے معلومات پہنچے کہ یہاں کیسے اس وقت کا استعمال کیا جانے لائی میں سرور و شریاری کیلئے۔

اشتیاق کی خواہش تھی کہ چند گھنٹوں بعد چاہے وہ PIA فی لہو راہی فلائٹ کے ذریعہ ہو جائے جبکہ میں اس وقت کو بھرنا نہ ارس گزارنا چاہ رہا تھا۔ اسلام آباد والی فلائٹ اگلے دن تھی۔ اشتیاق سے معاملات کو میری صواب دہ پر چھوڑ کر ایک صوفے پر بیٹ اپنی پیپر پوری کرنے کا پروگرام بنالیا۔

دوئی کا ایک روزہ دیر

موجودہ یہ مسئلہ کے مصداق میں نے ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک Option دیا۔ فی پائی ل۔ مہاجر و مسز کے نام سے ایک کمپنی والے ایک دن کا پیرامیج تھری سٹار ہوٹل میں قیام اور رٹ و رٹ کی سہولت، سٹنگل بیڈ کے ساتھ 50 ڈالر میں اور رٹل بیڈ کے ساتھ 60 ڈالر۔ یہاں یہ مسئلہ حل ہو گیا تھا لیکن اب اس avail فی اردو بیچے ہوئے فرسٹ میں درج تھا۔

ہوٹل میں سامان رکھ کر کہا کہ ہر نکلے کہ یہ رٹ کا شوق پور کیا جائے۔ PIA سے فلائٹ کنفرم کر دیا کہ میں ساپ پڑا۔ یہ سب مسئلہ یہ تھا کہ مناسب شریاری کا ہکانہ کیسے معلوم ہو کہ اس کے بغیر تو کوئی چیز بیہا سارے کا سودا ہی ہوتا۔ رٹ کی تحس میں ایک وہ تو جوں سے پوچھا بھی۔ گری بھی شدید تھی۔ ایک بڑے سیماں اچانک نمودار ہوئے اس ساپ پر۔ صرف ہوا تو تنگہ لپٹ کے نکلے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہاں پر متعدد پارا چلے ہیں اور اراں مارکٹوں سے بخوبی واقف ہیں۔

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اتفاق سے آج وہ خارج ہیں اور یونہی ہزار کا پتھر لگانے جا رہے ہیں اگر ہم چاہیں تو وہ ہمیں کبھی دے سکتے ہیں اور ڈیڑھ اری میں بھی رہ سکتی کر سکتے ہیں۔
ان کی یہ Offer بڑے اطمینان کا باعث ہوئی اور ہم انکی انگلی پکڑے انکے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ دوپہر کا کھانا بھی ایک اچھے پاکستانی ریستورنٹ سے کھایا گیا جس کا بل ان محترم نے چیکے سے ادا کر دیا۔

امام ان حضرت کا پوچھا تو غازی محمد ارشد بتایا۔ میں نے اذراچہ نقل کیا کہ یہ غازی کا رتبہ آپ کو پاکستانی فوج سے لڑنے پر ملا؟ انہوں نے طور کو خوشگوار انداز میں لیتے ہوئے اس وقت کی صورت حال اور پاک فوج کے عمومی کردار کے بارے میں بتایا جو کہ اعلیٰ مدافعت جواہی کاروائیوں کو درست بہت کرتا تھا۔

4 بجے واپس ہو گئے آئے۔ نہا کر دم لیا بلکہ سو گئے۔ شام 7 بجے غازی صاحب کی آمد کی اطلاع ریسیپشن سے ملی۔ ان سے دوبارہ ملاقات کیلئے یہی وقت ملے تھا۔ دوبارہ ان کے ساتھ ہزار جانے سے پہلے انٹر پورٹ سے اپنے سامان کے بارے میں تسلی کی۔ چند کھلونے اور پرفیوم اذراچہ پیداری، لئے اور 12 بجے واپس ہو گئے۔

اگلے دن 2 بجے فلائٹ ٹھی ہم نے احتیاط سے کام لیتے ہوئے دن بجے ہو گئے سے Check out ہونا مناسب جانا کہ واسطہ PIA سے تھا۔ انٹر پورٹ پر وقت گزرا نا بھی دوئی میں اتنا مشکل نہیں۔ اس رات اشتیاق پر کیا گزری، اس کا اندازہ اس کے کانوں میں ٹھونسنے ہوئے Tissue Paper سے لگایا جاسکتا ہے۔

شکایات کا آغاز

وطن عزیز کا جلوہ تو دوسری میں ہی نظر آنا شروع ہو چکا تھا خصوصاً PIA سے واسطہ پڑتے ہی۔ جہاز میں دانستہ طور پر ہم نے بنگ پر پورڈنگ کارڈ لیتے ہوئے ایک قطار کے دونوں سروں والی کھڑکیوں کے ساتھ والی نشستیں لے لیں۔ یوں چار ماہ کی جبری رفاقت کے خلاف یہ ایک پراسن اور دلچسپ احتجاج تھا، لیکن بھی میری بیوی ہی تھی۔ وطن عزیز میں صرف ایک ہی اشتیاق تو نہیں ہے۔

میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک لکھنؤ شمس شخص بیٹھا تھا چھوٹی چھوٹی داڑھی، اس کے پھیل کر

دیکھنے کی وجہ سے اس کے کھٹنے اور کھنٹی کا دباؤ مسلسل مجھ پر پڑ رہا تھا۔ اس سے بات کرنے پر طبیعت آدھ نہ ہو رہی تھی۔ کئی بار کھنٹی کا دباؤ ڈال کر احساس دلانے کی کوشش کی لیکن بے سود، کھنٹی ان لوگوں کے کان میں آدھ اشدت و برخواستہ پڑے ہوں تو انکو احساس ہو۔

یورپ میں پھر پورٹ کے ہاؤس کی جسم کے چھو جانے کے امکانات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اگرچہ اکثر موقعوں پر انسان اس کی شدید خواہش بھی کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن یہ اہل قبلہ حرم میں بھی رھتے دیتے ہو رکھاتے ہیں تو کورسی جگہ کا کیا تذکرہ۔

ایئر ہوٹس پانی دینے آئی تو میرے سمسٹر نے نہایت ددشی سے اسکی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی کہ اسکو جگہ پکڑنے کیلئے بائیاں ہاتھ اور گلاں پکڑنے کیلئے وایاں ہاتھ استعمال میں لانا چاہیے۔

اس طرح سے کی گئی بھیبت کس حد تک مفید ہو سکتی ہے یہ اس ایئر ہوٹس کے مائنڈ سے واضح تھا۔ بیشتر اہل تبلیغ کی مانند یہ صاحب بھی حکمت سے آئنا ہی تھے۔

یہ تمام سقران صاحب کی کوئٹ رساں کھنٹی کی نذر ہوا اگرچہ ایک مرتبہ میں نے نگلے آ کر انکو اپنے وزن پر سہنے کیلئے کہہ بھی دیا تھا۔

اسلام آما ایئر پورٹ پر کنویرٹیلٹ چھوٹی ہونے کی وجہ سے حد درجہ بد نظمی اور اذیت اٹھانی پڑتی ہے۔ بڑا لیاں لئے ہوئے لوگ ہیلٹ کر ہر طرف سے گھبرے ہوتے ہی۔ القرض سامان کا حصول جوئے میر لانے سے کم نہیں ہوتا۔

تحریر کی شکایت: سامان ملا تو ایچی کیس کا ہینڈل اکٹرا ہوا اور ایک جگہ سے پٹنا ہوا پایا۔ ہزار ہا رہ سو کا لیا تھا، قاضی تو ہرگز نہیں تھا لیکن ذوق شکایت کی تسکین کیلئے موقع پر موجود PIA کے شاف سے Danger کا کلیم بنانے کو کہا۔

اس نے مجھے تحریر کی کا دوائی سے باز رکھنے کے سارے حربے آزمائے لیکن میں نے بھی ٹھان رکھی تھی کہ شکایت تو درج کروا کے ہی رہوں گا۔ اس نے آخری حربہ کے خور پر صرف Repair کا Claim بنانے کو تسلیم کیا۔ میں نے کہا کہ جو بھی کرنا ہے کرو لیکن اس کو record پر ضرور لانا ہوگا۔ یوں اس نے شکایت درج کی اور کہا کہ بعد میں خالی بیک دے جائیں۔ مرمت کروا دیا جائے گا۔

بانی سلسلہ عالیہ توحید یہ خواجہ عبدالکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا حاصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور دنیوی کاسفر، اسکی عبادات، معاملات، امور اخلاقی، آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالکیم انصاریؒ کے طبقات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے انہیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک و تصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال امت میں اسراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف حلقہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحید یہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحید یہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی عظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراق و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:-
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور تازہ گزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔



مکتبہ توحید یہ کی مطبوعات

مقصودِ حیات

مصنف: محمد صدیق ڈار تو حیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو انہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اس میں تصوف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندہ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسمان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہِ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔



فرموداتِ فقیر مرتب: میاں علی رضا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالکیم انصاری اور آپ کے دوست اور محسن رسالہ اور محمد حقیف خاں کی سوانح حیات کیساتھ اس کتاب میں قبلہ انصاری صاحب کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کیے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سنجے آسمان اور راسخوں کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپ کے لکھے ہوئے جہاں خطوط میں مجالس کیلئے دی گئی دنیاوی اور دہائی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف ان کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدہ کا سبب ہیں۔



Reg: SR - 01

Website: www.toheedia.net